إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ (قرآن حکیم)

(اللہ سے ڈرنے والے ہی اس کے دوست ہوتے ہیں اور بس)

اکابر کا تقویٰ

ایک سو چودہ وقیع واقعات کا مجموعہ
مع مسائل متعلقہ تقویٰ

از افاضات

جامع شریعت و طریقت محدث کبیر حضرت اقدس الحاج

مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مہاجر مدنی قدس اللہ سرہٗ

مُرتبہ

صوفی محمد اقبال

مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵

فون: 021-34935493

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (قرآن حکیم)

اللہ سے ڈرنے والے ہی اس کے دوست ہوتے ہیں اور بس۔

اکابر کا تقویٰ

ایک سو چودہ وقیع واقعات کا مجموعہ

مع

مسائل متعلقہ تقویٰ

ازافادات:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ

مرتبہ:

صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ

جس میں قطب الاقطاب حضرت گنگوہی، رئیس الاتقیاء والمحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا گنگوہی کے معاصرین اور دیگر مشائخ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کے تقویٰ و تواضع سے متعلق واقعات و حکایات، مدارس کے معاملات میں اکابر کا تقویٰ و احتیاط اور بالآخر فصل پنجم میں بطور ضمیمہ از مرتب۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ کے ایمان افروز و اشک آور واقعات درج ہیں۔

ناشر

مکتبة الشیخ

۳/۴۴۵ بہادر آباد کراچی ۵

021-34935493

جملہ حقوق کمپوزنگ بحق مکتبۃ الشیخ محفوظ ہیں

نام کتاب .... اکابر کا تقویٰ

افاضات .... شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ

ترتیب .... صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی

ناشر .... مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵ بہادر آباد کراچی

اسٹاکسٹ: **مکتبہ خلیلیہ**

دکان ۱۹، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔

دیگر ملنے کے پتے

کتب خانہ اشرفیہ	اُردو بازار، کراچی
زم زم پبلشرز	اُردو بازار، کراچی
کتب خانہ مظہری	گلشن اقبال، کراچی
اقبال بک سینٹر	صدر، کراچی
دارالاشاعت	اُردو بازار، کراچی
اسلامی کتب خانہ	بنوری ٹاؤن، کراچی
مکتبہ انعامیہ	اُردو بازار، کراچی
مکتبہ عمر فاروق	شاہ فیصل کالونی، کراچی
مکتبہ ندوہ	اُردو بازار، کراچی
مکتبہ رحمانیہ	لاہور
ادارہ اسلامیات	لاہور
مکتبہ قاسمیہ	لاہور
مکتبہ حرمین	لاہور
المیزان	لاہور
مکتبہ حقانیہ	ملتان
مکتبہ رشیدیہ	کوئٹہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
افتتاح از حضرت شیخ الحدیث	۶	حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ کا تقویٰ۔	۲۴
تمہید	۷	حضرت مولانا مظہر نانوتوی رحمہ اللہ کا تقویٰ۔	//
فصل اول		حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی تنخواہ سے معذوری۔	۲۵
مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے واقعات۔	۹	تنخواہ میں اضافہ۔	//
مرض الموت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔	//	حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا تقویٰ۔	۲۶
درس بند ہو جانے پر ہدیہ لینے میں تقویٰ۔	۱۰	حضرت سہارنپوری کا مدرسہ کی اشیاء کو استعمال نہ کرنا۔	//
مرید بھی پیر کو تیر الیتا ہے۔	//	جلسہ کے موقع پر اپنے گھر کا کھانا کھانا۔	//
حضرت عبد القدوس رحمہ اللہ کا حجرہ۔	//	سالن گرم کرنے کا معاوضہ۔	۲۷
مجھ میں کوئی کمال نہیں۔	۱۱	مدرسہ کا قلم دان۔	//
امام شافعی رحمہ اللہ زندہ ہوتے تو ہم انکی تقلید کرتے۔	//	حضرت مہتمم کی جدو جہد اور جانفشانی۔	//
شیخ کی جگہ کا ادب۔	//	مولانا محمد منیر صاحب مہتمم دار العلوم۔	۲۸
تم کو ذخیرۂ آخرت جانتا ہوں۔	۱۲	مہمان خانہ کا کرایہ ادا کرنا۔	//
حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی نسبت کی کیفیت۔	//	**فصل چہارم**	
اپنا حال لکھ نہیں سکا۔	۱۳	مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ کے واقعات۔	۲۹
کاش آپ کے حسن عقیدت کی وجہ سے مغفور ہو جاؤں۔	//	مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے معاصرین وبعد کے	
دور کی گالیاں۔	//	مشائخ عظام کے واقعات۔	//
یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔	//	دہلی کے بازار کا سالن۔	//
طلبہ کی جوتیاں۔	۱۴	بہلی میں بلا اجازت مالک کے ایک خط بھی لیجانے	
فصل دوم		سے انکار۔	۳۰
مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۵	نواب قطب الدین کی دعوت۔	//
عبارت محاکمہ۔	۱۷	نماز تو پڑھ لے ہے۔	۳۱
قبول ہدیہ کا ادب۔	۱۸	رنڈی کی بہلی۔	//
بیعت کے الفاظ۔	//	مہمان کا سامان سر پر۔	۳۲
شیخ پورہ کی دعوت۔	//	غلہ کو کرتہ میں لے جا کر ہمسایوں کا سودا لانا۔	//
بذل المجهود۔	۱۹	حضرت مولانا کا وصال۔	//
سخت ترین گرمی میں روزہ۔	۲۰	حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے واقعات۔	۳۳
دولہا کا لباس۔	//	بیت المال کی رقم۔	//
بیعت کے وقت ہدیہ۔	۲۱	چندہ کی واپسی۔	//
حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا پہلا وعظ۔	//	گنے کا محصول آگے کیا ہوگا۔	۳۴
حضرت مدنی رحمہ اللہ حلقہ درس میں۔	۲۳	او بناز بچے من بنیاز بچے۔	//
فصل سوم		اسٹیشن کی لالٹین۔	//
مدارس کے معاملات میں اکابر کا تقویٰ	۲۴	حضرت حاجی صاحب کی تسبیح۔	//

عنوان	صفحہ
میزانِ عدل۔	۳۵
اشرف علی آیا ہے۔	//
رقیبوں کے ڈر سے محبوب کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔	//
حضرت شہید رحمہ اللہ کے وعظ کا قصہ۔	۳۶
واقعی مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔	//
خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت۔	۳۷
آج سوت کا کیا بھاؤ ہے۔	//
تواضع کی حد۔	۳۸
یہی تو وقت تھا بیان کا۔	//
آموں کی گٹھڑی سر پر۔	//
مکتوب گرامی حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ۔	۳۹
میں پیرو کا غلام ہوں۔	۴۰
اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رحمہ اللہ۔	//
طبیب نے زہر دیدیا۔	۴۱
خادم تو اپنی راحت میں اور مخدوم زادہ معمولی جگہ میں۔	//
حضرت کا اپنے مہمان کا پاؤں دبانا۔	۴۲
حضرت مولانا شاہ عبد القادر رحمہ اللہ۔	۴۳
بدن پر کمری والا خادم۔	//
شیخ کے کپڑوں کا استعمال۔	//
حضرت رحمہ اللہ کی خانقاہ۔	۴۴
حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی مجلس میں۔	//
حضرت تھانوی میرے بھی شیخ ہیں۔	//
حضرت مدنی رحمہ اللہ سے عقیدت۔	۴۵
حضرت دہلوی رحمہ اللہ سے عقیدت۔	//
مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں۔	//
یہ حضرت شیخ مدظلہ کو سنانا۔	//
حضرت مولانا محمد یحییٰ رحمہ اللہ کے واقعات۔	۴۶
دھوبی کے کپڑے۔	//
پھوپھا مولانا رضی الحسن صاحب کے کپڑے۔	۴۷
کھانے کا چونٹا۔	//
تمہیں بھی کچھ بھاوے۔	//

عنوان	صفحہ
حضرت مولانا لاہوری رحمہ اللہ کی تواضع	۴۸
فصل پنجم	
حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے اشک آور و عشق پرور واقعات (تمہید)	۵۱
مدرسہ مظاہر العلوم کی چارپائیوں، بستروں کا استعمال۔	۵۵
دار جدید کی بجلی وغیرہ کا بل۔	//
مدرسہ میں قیام کی وجہ سے کرایہ چندہ کے نام سے۔	۵۶
مدرسہ تحفیظ القرآن مدینہ منورہ کا قصہ۔	//
طلبہ کی سفارش۔	۵۷
مدرسہ کی اینٹیں ڈھونا۔	۵۸
حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا سفر حج اور تنخواہ۔	//
اپنے تعلق کی وجہ سے کسی طالبعلم کا کھانا جاری کروانا۔	۶۱
مطبخ سے اپنے لئے کھانا جاری کروانے کو ہمیشہ کے لئے بند کردیا۔	//
صِلْ مَنْ قَطَعَکَ۔	//
حضرت شیخ کا ادب۔	۶۲
مرشد کے حجرہ اقدس پر قدم نہ رکھنا۔	//
شیخ کی طرف سے متوجہ رہنے کا عجیب واقعہ۔	//
کوئی حدیث بلا وضو نہیں پڑھی۔	۶۳
مدینہ پاک، باب النساء قدیم	//
حضرت کا کھدر کا استعمال۔	//
اس کی صورت کہہ رہی تھی کہ وہ دھوکہ نہیں کرتا۔	۶۴
بذل کی رجسٹری کروالو۔	۶۵
بیعت کے وقت ہدیہ۔	//
گرمی میں منہ پر کمبل۔	//
زمین حرم کی عظمت۔	۶۶
مواجہہ شریف پر حاضری۔	//
چکی کا پاٹ۔	۶۷
حضرت شیخ کا درس حدیث میں انہماک و پابندی۔	۶۸
دعوت میں بلا اجازت شرکت کی ممانعت۔	//
آئی ہوئی چیز کی واپسی کا اہتمام۔	۶۹
ہدیہ کی ترغیب یا تحریک کے شبہ سے ناگواری۔	۷۰

عنوان	صفحہ
مسائل متعلقہ تقویٰ۔	۷۲
مجمع میں سوال کرنے کی قباحت اور ظاہری دینداری سے دنیا کمانے کی برائی۔	۷۵
قلب سے فتویٰ لینے کی ضرورت۔	//
نفس کو تشدد سے بچانا	۷۶
عارض کی تحقیق نہ ہونے پر اصل پر عمل کرنا چاہئے۔	//
مال کی حلت وحرمت کی شناخت۔	//
بازار کی چیزوں میں اصل حلت ہے۔	۷۸

عرض ناشر

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

حق تعالیٰ جل شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے جس نے ہم کو محض اپنے فضل وکرم سے مخدومنا المعظم حضرت اقدس الشیخ الحاج مولانا محمد زکریا قدس اللہ سرہٗ کے اس بابرکت رسالہ کو بھی (حضرت والا کے دیگر کتب ورسائل کی طرح) باحسن وجوہ پورے اہتمام سے ازسرنو بہترین کمپوزنگ کرا کر آفسیٹ کے ذریعہ نشر واشاعت کی توفیق بخشی۔

فَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ

طالب دعا:

ناظم مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵ بہادر آباد کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدهٗ ونصلی علیٰ رسوله الکریم

افتتاح

از حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اس ناکارہ کو بچپن ہی سے اپنے اکابر کے ساتھ محبت، عشق کے درجہ میں ہے، بالخصوص جب سے حدیث پاک کا مشغلہ شروع ہوا اس وقت سے اپنے اکابر کے حالات کو جامع الکمالات سید الکونین روحی فداہ وابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع صفات میں سے کسی نہ کسی صفت کا پرتو اور صحابہ کرام کی مختلف شئون اور حالات میں سے کسی نہ کسی زندگی کا پرتو دیکھتا رہا اور جوں جوں حدیث پاک پر نظر بڑھتی گئی میرا یہ تجربہ بھی بڑھتا رہا اور اسی وجہ سے میری محبت بھی اپنے اکابر نور اللہ تعالیٰ مراقدھم واعلی اللہ تعالیٰ درجاتھم سے بڑھتی گئی۔

اولٰئک آبائی فجئنی بمثلھم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

اور جس شخص نے ان کی صفات میں یہ اشعار کہے ہیں بالکل درست ہیں

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظل رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر انہیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہیں کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے، انہیں کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

اس سال رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ میں سہارنپور میں بار بار یہ خیال آتا رہا کہ اکابر کے کچھ واقعات تواضع اور تقویٰ کے یکجا جمع کراؤں اگرچہ ان میں سے اکثر واقعات میرے مختلف رسالوں میں آبھی چکے ہیں۔ مگر میرا خیال ہوا کہ ان کو یکجا جمع کرا کر ان پر مزید واقعات کا اضافہ کراؤں کہ اکابر کے قصوں کو جتنا میں نے مؤثر پایا دوسری چیزوں کو نہیں پاتا۔ چونکہ یہ ناکارہ تو کئی سال سے بالکل ہی معذور ہو گیا۔ خط وکتابت تو درکنار چند ماہ سے تو بولنا بھی دشوار ہو گیا۔ دیر تک مصافحہ کرنے سے بھی چکر آجاتا ہے اس لئے اپنی اس خواہش اور تمنا کو اپنے مشفق دوست صوفی محمد اقبال صاحب ہشیار پوری ثم المدنی، (جوان جذبات میں میرے بہت قریب ہیں) سے درخواست کی کہ میرے رسالوں میں سے چن چن کر اور اس کے مناسب دوسری کتابوں میں سے میرے اکابر کے حالات تواضع اور تقویٰ کے یکجا جمع کر دیں، میں زندہ رہا تو خود چھپواؤں گا ورنہ ان کو اور اپنے خصوصی احباب کو وصیت کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو دو چار ہزار چھپوا کر مجھے ایصال ثواب کر دیں۔ اور آج ۲۸ ر ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ بمطابق ۹ رنومبر ۱۹۷۷ء کو مسجد نبوی میں یہ سطور لکھوا کر صوفی صاحب کے حوالے کرتا ہوں کہ آئندہ اس کی تکمیل وہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے کہ وہ بھی عرصہ سے بیماری میں میرے قریب قریب ہی چل رہے ہیں۔ مگر چونکہ اس جذبہ میں بھی میرے ساتھ ہیں اس لئے ان کے سپرد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان سے اس کی تکمیل کرائے اور ان کے لئے اس کو صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

فقط حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم

بقلم حبیب اللہ ۱۸ ر ذیقعدہ ۹۷ھ مدینہ منورہ

تمہید

حکایات کی اہمیت

حضرات صوفیاء کے سردار حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ حکایتیں اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں جس سے مریدین کے دلوں کو تقویت ملتی ہے، کسی نے دریافت کیا کہ اس کی کوئی دلیل بھی ہے؟ فرمایا، ہاں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:

﴿ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ.

یعنی پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں (ایک فائدہ تو یہ ہوا) اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچتا ہے جو خود بھی راست اور واقعی ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے اور اچھے کام کرنے کی یاد دہانی ہے۔ (بیان القرآن)

تقویٰ کی ضرورت:

اس مختصر رسالہ میں اپنے سلسلہ کے ان اکابر (جن کے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اب تک موجود ہیں) کے کمالات وحالات زندگی میں سے صرف تقویٰ وتواضع کے چند واقعات نقل کئے جاویں گے۔ ہر بزرگ کے احوال ومزاج کے اختلاف کی وجہ سے واقعات کی نوعیت مختلف ہوگی مگر تقویٰ وتواضع کی صفت سب اولیاء اللہ میں ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ان صفات کے بغیر ولایت وبزرگی کا اعتبار ہی نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنْ اَوْلِيَاۤؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾

''خدا کا کوئی ولی نہیں بجز پرہیزگاروں کے''

اس لئے غیر متقی اس کا ہرگز ولی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح تواضع کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: ''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ'' لہٰذا جس میں جتنی تواضع ہوگی اس میں اتنی ہی حقیقی رفعت وبزرگی ہوگی۔ اور جتنا کوئی خود اپنی بزرگی کو ثابت کرے گا جو کہ تواضع کی ضد ہے اتنا ہی حقیقت میں وہ ذلیل ہوگا۔ تقویٰ کے معنیٰ اللہ تعالیٰ کے منع کردہ یا ناپسندیدہ باتوں سے خوف، محبت یا حیا کی وجہ سے رُکنا یا بچنا، معرفت ومحبت اور یقین واحسان کی صفات والے شخص جس کو ولی اللہ اور صاحب نسبت کہا جاتا ہے اس میں تقویٰ اور تواضع کا پیدا ہوجانا لازمی ہے جیسا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ اپنے ایک مکتوب میں نسبت یادداشت کے حصول پر فرماتے ہیں کہ اب اس میں یادداشت کے ساتھ

حیا (جو باعث تقویٰ وتواضع ہے) مالک حقیقی کی ہونا ضروری ہے جیسا کہ ہم اپنے کسی بڑے منعم ذی جاہ کے سامنے کوئی سبک حرکتی خلاف رضا نہیں کر سکتے۔ ایسا ہی معاملہ خلوت میں اپنے اس حاضر وناظر مولیٰ سے ہونا چاہئے تا کہ حضور مسمّٰی کا مصداق پورا ہو جائے کہ اپنی ہر ہر حرکت کو پیش نظر اس مالک تعالیٰ جان کر بمیزان شرع کہ قانون رضا ہے ناپ تول کر دھیان رہے۔ الغرض ہر کام کو بحضور ذات تصور کرنا اور اس کی مرضی وغیر مرضی دریافت کر کے ترک وعمل کرنا چاہئے اور اس کا ہی نام احسان ہے۔

لہٰذا اگر کسی کو کثرت ذکر سے ملکۂ یادداشت اور دیگر متعلقہ احوال رفیعہ حاصل ہوں۔ مگر تقویٰ وتواضع حاصل نہ ہو سمجھنا چاہئے کہ اس کو ابھی تعلق باللہ یا نسبت حاصل نہیں ہوئی۔ اور وہ محسن یا ولی اللہ نہیں کہا سکتا۔ اس لئے کہ کسی کو جس درجہ کی صفت احسان ہوگی۔ وہ اسی درجہ کا متقی ومتواضع ہو جائے گا۔ خواہ یہ صفت چند روز کے بعد پیدا ہو جائے کیونکہ یادداشت لازم اور نسبت ملزوم ہے۔

اس رسالہ میں پانچ فصلیں ہوں گی۔

اول : حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے واقعات۔

دوم : حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کے واقعات۔

سوم : مدارس کے معاملات میں اکابر کا تقویٰ۔

چہارم : حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے معاصرین اور بعد کے دیگر مشائخ کے واقعات۔

پنجم : حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے واقعات اور تقویٰ کے متعلق مسائل کے واقعات۔

فصل اول

قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے واقعات

(۱) مرض الموت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا:

''انہیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی''

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے متعلق تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ اپنے معاملہ میں آپ کا تقویٰ احتیاط اس قدر تھا کہ مسئلہ مختلف فیہا میں قول راجح پر اقرب الی الاحتیاط کو اختیار فرماتے تھے باوجود ضرورت کے احتیاط کو ہرگز نہیں چھوڑتے تھے آپ کی احتیاط کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ آپ نے اپنے امراض میں کیسا ہی شدید مرض کیوں نہ ہوا کبھی بیٹھ کر نماز نہیں پڑھی مرض الموت میں جب تک اس قدر حالت رہی کہ دو آدمیوں کے سہارے سے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے، اس وقت تک اس طرح پڑھی کہ دو تین آدمیوں نے بڑی مشکل سے اٹھایا، اور دونوں جانبوں سے کمر میں ہاتھ ڈال کر کھڑے ہو گئے اور قیام ورکوع وسجود انہیں کے سہارے سے نماز ادا کی۔ ہر چند خدام نے عرض کیا کہ حضرت بیٹھ کر نماز ادا کر لیجئے مگر نہ کچھ جواب دیا نہ قبول فرمایا۔

ایک روز مولوی محمد یحیٰ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر اس وقت میں بھی جائز نہیں تو وہ کونسا وقت اور کونسی حالت ہوگی جس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قادر بقدرۃ الغیر تو قادر ہوتا ہے اور جب میرے دوست ایسے ہیں کہ مجھ کو اٹھا کر نماز پڑھاتے ہیں تو میں کیونکر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہوں۔ آخر جب نوبت ضعف اس قدر پہنچ گئی کہ دوسرے کے سہارے بھی کھڑے ہونے کی قدرت نہ رہی تو اس وقت چند وقت کی نمازیں آپ نے بیٹھ کر پڑھیں۔ گویا بتلا دیا کہ اتباع شرع اس کو کہتے ہیں۔ تقویٰ اس کا نام ہے۔ اختیارِ احوط اس طرح ہوتا ہے''۔

(تذکرۃ الرشید ۲،۴)

(۲) بینائی کی خاطر ایک سجدہ بھی تکیہ پر گوارہ نہیں:

مفتی محمود صاحب نے بروایت اپنے والد صاحب رحمہ اللہ حضرت قطب العالم مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ نزول آب کے بعد حضرت سے آنکھ بنوانے کے لئے عرض کیا گیا تو آپ نے انکار فرما دیا۔ ایک ڈاکٹر صاحب نے وعدہ کیا کہ حضرت کی کوئی نماز قضا نہ ہونے دوں گا۔ فجر اول وقت اور ظہر آخر وقت میں پڑھ لیں۔ البتہ چند روز تک سجدہ زمین پر نہ فرمائیں۔ اور نماز میں تکیہ رکھ کر اس پر کر لیں۔

اس پر ارشاد فرمایا کہ چند دن کی نمازیں تو بہت ہوتی ہیں۔ ایک سجدہ بھی اس طرح گوارہ نہیں۔

کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت درس حدیث دیتے تھے۔ اب یہ فیض بند ہو گیا ہے آنکھ بنوانے سے پھر یہ فیض ہو جائے گا۔ اس پر ارشاد فرمایا: اس میں میرے کسی عمل کو کیا دخل ہے۔ جب تک قدرت نے چاہا جاری رہا، جب چاہا بند ہو گیا۔ پھر کسی نے عرض کیا کہ حضرت اس میں حرج ہی کیا ہے؟ فرمایا، حدیث شریف میں بصارت سلب ہونے پر جنت کی بشارت ہے مجھ کو یہ نعمت ملی ہے میں اس کو کیوں ضائع کروں۔ چنانچہ آخر تک آنکھ نہ بنوائی۔

(۳) درس بند ہو جانے پر ہدیہ لینے میں تقویٰ:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے حدیث کا درس اپنے ہاں گنگوہ میں جاری کر رکھا تھا وہ سب توکل پر تھا چنانچہ وہ درس جب بند ہوا (کیونکہ مولانا کی بینائی جاتی رہی تھی) تو اس کے بعد جب کبھی باہر سے بڑی بڑی رقمیں آتیں تو مولانا نے سب واپس کر دیں کہ اب درس نہیں رہا۔ بعض لوگوں نے مولانا کو رائے دی کہ حضرت رقم واپس کیوں کی جائے، صاحب رقم سے کسی دوسرے مصرف خیر کی اجازت لے کر اس میں صرف فرما دیجئے گا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ میں لوگوں سے کیوں اجازت لیتا پھروں۔

(۴) مُرید بھی پیر کو تیرا لیتا ہے:

حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سچی تواضع اور انکسار نفس جتنا امام ربانی میں دیکھا گیا دوسری جگہ کم نظر سے گزرے گا۔ حقیقت میں آپ اپنے آپ کو سب سے کم سمجھتے تھے اور بہ حیثیت تبلیغ جو خدمت عالیہ کے سپرد کی گئی تھی یعنی ہدایت اور رہبری اس کو آپ انجام دیتے۔ بیعت فرماتے، ذکر و شغل بتلاتے، نفس کے مفاسد و قبائح بیان فرماتے اور معالجہ فرماتے مگر بایں ہمہ اس کا کبھی وسوسہ آپ کے قلب پر نہیں گزرتا تھا کہ میں عالم ہوں اور یہ جاہل ہیں۔ میں پیر ہوں اور یہ مرید ہیں۔ میں مطلوب ہوں اور یہ طالب ہیں، مجھے ان پر فوقیت ہے، میرا درجہ ان کے اوپر ہے، کبھی کسی نے نہ سنا ہوگا کہ آپ نے اپنے خدام کو خادم یا متوسل یا منتسب کے نام سے یاد فرمایا ہو ہمیشہ اپنے لوگوں سے تعبیر فرماتے اور دعائیں یاد رکھنے کی ضرورت اپنے لئے طالبین سے زیادہ ظاہر فرمایا کرتے کہ تم میرے لئے دعا کیا کرو میں تمہارے لئے دعا کروں، بعض مرید بھی پیر کو تیرا لیتے ہیں۔ (تذکرۃ الرشید ص: ۱۴۷ جلد ۲)

(۵) حضرت شیخ عبدالقدوس قدس سرہٗ کا حجرہ:

دوسری جگہ لکھتے ہیں اپنے متعلق تواضع و انکسار کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی تقریر سے اپنی خوبی کا کچھ بھی اثر ظاہر ہوا تو معاً اس کی تردید فرماتے اور اپنے سے اس انتساب کی نفی فرما دیا کرتے تھے، ایک بار حضرت شیخ عبدالقدوس رحمہ اللہ کے خرقہ کا تذکرہ فرما رہے تھے کہ پچاس برس حضرت کے بدن

پڑ رہا ہے۔ اسی ضمن میں فرمایا اسی حجرہ میں حضرت شیخ اور شیخ جلال تھانیسری رہا کرتے تھے، بیچ میں دیوار حائل تھی تو کہاں تو فقر کا یہ حال تھا اور اب اسی حجرہ میں دنیا بھری پڑی ہے۔

(تذکرہ الرشید ص:۱۴۹ جلد ۲)

(۶) مجھ میں کوئی کمال نہیں:

حضرت حکیم الامت تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں اپنے کچھ حالات لکھے، مولانا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ بھائی ہمیں تو اب تک بھی یہ حالات نصیب نہیں ہوئے، کیا ٹھکانہ ہے تواضع کا۔ پھر فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے ایک جگہ قسم کھائی ہے کہ مجھ میں کوئی کمال نہیں ہے۔ بعض مخلص لوگوں کو اس سے شک ہو گیا کہ مولانا میں کمال کا ہونا تو ظاہر ہے تو اس قول سے مولانا کا جھوٹ بولنا لازم آتا ہے۔ پھر ہمارے حضرت (حکیم الامت) نے مولانا کے قول کی تفسیر میں فرمایا کہ بزرگوں کو آئندہ کمالات کی طلب میں موجودہ کمالات پر نظر نہیں ہوتی، بس مولانا اپنے کمالات موجودہ کی کمالات آئندہ کے سامنے نفی خیال فرماتے تھے۔

(حسن العزیز ص:۱۱)

(۷) امام شافعی رحمہ اللہ زندہ ہوتے تو ان کی تقلید کرتا:

ایک مولوی صاحب نے مولانا کی تقریر سن کر جوش میں آ کر فرمایا کہ آپ کے پاس آ کر حدیث بھی حنفی ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ تھا کہ آپ تو ہر حدیث سے حنفیہ کی تائید فرما دیتے ہیں۔ اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بھی اس وقت زندہ ہوتے تو اس کا جواب نہیں دے سکتے تھے۔ اس پر مولانا سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یہ کیا کہا اگر امام شافعی زندہ ہوتے تو کیا میں ان کے سامنے بولتا بھی؟ اور بولتا تو کیا؟ میں تو ان کی تقلید کرتا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کو چھوڑ دیتا، کیونکہ مجتہد حی کے ہوتے مناسب نہیں ہے کہ مجتہد غیر حی کی تقلید کی جائے، اور فرمایا توبہ توبہ حضرت امام شافعی اگر تشریف فرما ہوتے تو میرا یہ طالب علمانہ شبہ ہوتا اور حضرت امام اس کا جواب دیتے۔ اب اس وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ میں سے کوئی بھی موجود نہیں۔ ان کے اقوال ہم لوگوں کے سامنے ہیں اور اپنے علم کے موافق ترجیح دے لیتے ہیں۔

(۸) شیخ کی جگہ کا ادب:

امیر شاہ خاں صاحب نے نقل کیا ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے خود مجھ سے بیان فرمایا کہ جب میں ابتداءً گنگوہ کی خانقاہ میں آ کر مقیم ہوا ہوں تو خانقاہ میں بول و براز نہ کرتا تھا۔ بلکہ باہر جنگل جاتا تھا کہ شیخ کی جگہ ہے۔ حتیٰ کہ لیٹنے اور جوتا پہن کر چلنے پھرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

(ارواح ثلاثہ ص:۲۸۸)

(۹) تم کو ذخیرۂ آخرت جانتا ہوں:

حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ اپنے مکاتیب میں جو مکاتیب رشیدیہ کے نام سے طبع ہوئے ہیں۔ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کے نام سفر حجاز سے تحریر فرماتے ہیں آپ کا والہ نامہ آیا۔ الفت کو یاد دلایا تم کو ذخیرۂ آخرت جانتا ہوں۔ تم قابل فراموش نہیں ہو۔ دُعا کا طالب ہوں۔

ایک اور خط میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کو لکھتے ہیں:

آپ کا خط آیا، حال معلوم ہوا۔ واردات رجوع الی اللہ تعالیٰ موجب فرحت ہیں، حق تعالیٰ کا نہایت شکر کرنا لازم ہے کہ بڑی نعمت کبریٰ ہے کہ بمقابلہ اس کے لاکھوں جہاں مثل پرپشہ بھی نہیں اور اس احقر کو تو نہایت ہی باعث شکر و افتخار ہے کہ اگر خود ایسی عطیات سے محروم ہے بارے احباب کو عطاء متواتر ہے۔

در گور برم از گیسوئے تو تارے
تا سایہ کند بر سر من روزِ قیامت

آمین (مکاتیب ص:۴۰)

(۱۰) حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی نسبت کی کیفیت:

ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یہ نسبت یادداشت واحسان تھی کہ کرشمہ اس کا میرے سعید ازلی قرۃ العینین خلیل احمد کو نصیب ہوا جس پر ہزار فخر و ناز یہ بندہ ناساز کر کے اپنا وسیلہ قرار دیئے مطمئن بیٹھا ہے اگرچہ خود اس دولت سے محروم رہا۔ مگر ناؤداں اپنے ان دوستوں کا بنا اگرچہ سواقی کو ماء نہر سے حظ نہ ہو کہ مبدء حوض ہے اور منتہا مزرع مگر تاہم کوئی حصہ سواقی کو بھی ہے، گو معتد بہا نہ ہو...... پھر آپ کی پوری تسلی کرتا ہوں کہ مولوی صدیق احمد صاحب انبہٹوی کو جو کچھ یہ انکشافات ہیں ان کے ہی قلبی ہیں نہ اس مدبر کی طرف سے سوائے راہ بتانے کے اس کا کام کچھ نہیں۔ ان انوار و واردات سے خود بھی غافل رہا ہے۔ مدت العمر میں اس قسم کا مشاہدہ نہیں کیا۔ ہاں نسبت حضور کا قدر نصیب مقدر حصہ ملا ہے جس کا ہم پلہ ان ہزار ہا انوار کو کچھ نہیں جانتا تو جب خود ان سے غافل ہوں تم کو کہاں سے آگاہ کروں۔ ہاں اس قدر ہے کہ آپ کی نسبت کو جس قدر اس عاجز سے مناسبت ہے، مولوی صدیق احمد سے اس قدر مناسبت نہیں۔ وہ حالات اپنے اختیار سے خارج ہیں نہ افسوس سے ہاتھ آویں نہ مجاہدہ سے حاصل ہو ویں۔ ہاں زیادہ تر مشغولی کرنا ضرور ہے تا کہ وہی حضور ترقی پر آجائے اور میرے واسطے بھی دُعا توجہ فرمائیں کہ سبب مناسبت ساتھ ہی رہوں۔ اور

دوستوں کی ترقی کا طالب ہوں اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ جب اسفل سے اعلیٰ کی طرف مرئی ہے اعلیٰ سے اسفل میں بھی ملحوظ ہے۔ زیادہ بجز دعا ترقی کے اور کیا لکھوں، می سوزمی دوزمی خروش۔ وَاللّٰهُ يَهْدِ يْنَا وَاِيَّاكُمْ۔ فقط والسلام (مکاتیب ص:۴۶)

(۱۱) اپنا حال لکھ نہیں سکا:

ایک اور خط میں مولانا روشن علی خاں صاحب کو لکھتے ہیں کہ اپنا جو حال ہے لکھ نہیں سکتا، چند باتیں یاد ہیں اور بس فقط''۔ (مکاتیب رشیدیہ ص:۷۰)

(۱۲) کاش آپ کے حسن عقیدت کی وجہ سے مغفور ہو جاؤں:

ایک اور خط میں مولانا موصوف کو لکھتے ہیں کہ:

''حالات آپ لوگوں کے دریافت ہو کر خود شرمندہ و محجوب ہوں کہ آپ کو بندہ کے ساتھ یہ حسن عقیدت ہے اور خود ہیچ در ہیچ ہوں، کاش آپ کے حسن عقیدت کی وجہ سے مغفور ہو جاؤں۔ حق تعالیٰ رحم فرمائے''۔ (مکاتیب ص:۷۲)

(۱۳) دُور کی گالیاں:

خاں صاحب امیر شاہ خاں نے فرمایا کہ مولوی یحییٰ صاحب رحمہ اللہ کاندھلوی فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولوی یحییٰ صاحب! احمد رضا خاں صاحب مدت سے میرا ردکر رہا ہے ذرا اس کی تصنیف ہمیں بھی تو سنا دو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو نہیں ہو سکے گا۔ حضرت نے فرمایا کیوں؟ میں نے عرض کیا حضرت اس میں گالیاں ہیں۔ حضرت نے فرمایا اجی دور کی گالیوں کا کیا ہے پڑی (یعنی بلا ہے) گالیاں ہوں۔ تم سناؤ آخر اس کے دلائل تو دیکھیں۔ شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو تو ہم ہی رجوع[۱] کر لیں۔ میں نے عرض کیا مجھ سے تو نہیں ہو سکتا[۲]۔

(۱۴) یہاں ذرا لیٹ جاؤ:

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ و عم محترم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا ''یہاں ذرا لیٹ جاؤ'' حضرت نانوتوی رحمہ اللہ ذرا کچھ شرما سے گئے۔

---

[۱] اقول اللہ اکبر یہ ہے حق پرستی کہ اس کے طلب و اتباع کے غلبہ میں دشمن کی بیہودگی سے بھی متاثر و متغیر نہ ہوں ۱۲

[۲] هو كقول علی رضی اللہ عنہ لا امحوک۔۱۲

مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے حضرت بھی اسی چار پائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کو کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا۔ جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو۔ یہ لوگ کیا کہیں گے، حضرت نے فرمایا لوگ جو کہیں گے کہنے دو[1]۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

(۱۵) طلبہ کی جوتیاں:

حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ ایک مرتبہ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے کہ بارش آ گئی، سب طلبہ کتابیں لے کر اندر کو بھاگے۔ مگر مولانا سب طلبہ کی جوتیاں جمع کر رہے تھے کہ اٹھا کر لے چلیں۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو کٹ گئے''۔ (ارواح ثلاثہ ص:۳۰۳)

---

[1] اس سے زیادہ خودداری کی فنا کی نظیر کیا ہوگی۔ کیا اہل تصنع ایسا کر سکتے ہیں۔ ان پر موت سے زیادہ گراں ہے اور مولانا گنگوہی کا یہ کمال تھا کہ رنگ فنا خجلت پر غالب تھا اور مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کا یہ کمال تھا کہ خجلت کو فنا پر مجاہدہ سے غالب کر دیا۔ (ارواح ثلاثہ)

فصل دوم

سیّدنا و مولانا حضرت شاہ خلیل احمد صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی رحمہ اللہ کے واقعات:

اَلشَّیْخُ مَوْلَانَا خَلِیْلُ اَحْمَدَ مَکْسُوٌّ حُلَّۃَ خُلَّۃِ الرَّحْمٰن
وَسَمِیُّ اِبْرَاھِیْمَ یُوْسُفُ وَقْتِہٖ مِنْ وَجْھِہِ الْقَلْبُ فِی اللَّمْعَان

یعنی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جو کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت کے لباس سے آراستہ ہیں۔ اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے ہم نام اور اپنے زمانہ کے یوسف جن کا چہرۂ انور روشنی میں قلب مبارک کی مانند ہے۔ حضرت کے تقویٰ کے واقعات مدرسہ کے معاملات کے تحت آگے آرہے ہیں۔ یہاں حضرت کے کمالات میں سے تواضع کے واقعات درج کیے جاتے ہیں۔ واقعات تواضع کی اہمیت صاحب واقعہ کے علوشان اور مرتبہ کے بقدر ہوتی ہے۔ اس بارے میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب دام مجدہم (رحمہ اللہ) کتاب حیات خلیل کے مقدمہ میں حضرت کے شیخ اور نامور معاصرین کی رائے یوں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کو اپنے شیخ مرشد سے خاص نسبت تھی جس کو مناسب نامہ اعتماد کامل اور آخری درجہ میں فنائیت فی الشیخ کے الفاظ سے عام طور پر ادا کیا جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ کو اپنے شیخ کی جامعیت اور ہم رنگی کا بلکہ ایک درجہ میں محبوبیت کا شرف ملا جس کا کچھ قدر اندازہ ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے جو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اپنے بعض مکاتیب میں آپ کے لئے استعمال کیے ہیں۔

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''اب التفات بندہ کا آپ کی طرف سائلانہ ہے، نہ معطیانہ۔ مَنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ فُتِحَ''

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں۔

''تم کو اپنا فخر اور باعث نجات جانتا ہوں کچھ نہیں ہوں مگر اچھوں سے مربوط ہوں''

ایک جگہ آپ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ ''بس یہ نسبت (یادداشت واحسان) کرشمہ کا میرے سعید ازلی قرۃ العینین خلیل احمد رحمہ اللہ کو نصیب ہوئی جس پر ہزار فخر و ناز یہ بندہ ناساز کرکے اپنا وسیلہ قرار دیئے مطمئن بیٹھا ہے۔

آپ کی اس جامعیت کا جس میں آپ اپنے شیخ کے پورے جانشین نظر آتے ہیں ہلکا سا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک طرف آپ کی قوت نسبت باطنی، سلوک کے حقائق سے آگاہی اور اس راہ کے نشیب و فراز سے واقفیت حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے خلفاء میں مسلّم ہے۔ یہاں تک کہ شیخ

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمہ اللہ جیسے صاحب ارشاد شیخ کامل نے اپنے جانشین
الدین حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری رحمہ اللہ سے وفات کے وقت یہ فرمایا تھا کہ سیاسیات
میں جو بھی رہنمائی کرنی ہو حضرت شیخ الہند کی طرف کی جائے مگر سلوک میں حضرت سہارنپوری کی
طرف۔ میں نے حضرت والا کو اس لائن میں بہت اونچا پایا ہے اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور شیخ وقت شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب جیسے شیوخ کا
طالبین جن کی ذات سے لاکھوں انسانوں کو فائدہ پہنچتا ہے آپ کے حلقہ بگوش اور تربیت یافتہ ہیں اور
جس کا کچھ اندازہ آپ کے ان مکاتیب سے کیا جا سکتا ہے جو آپ نے اپنے خلفاء اور مریدین کے
نام سلوک و تصوف کے مسائل، مقامات و مشکلات کے سلسلہ میں لکھے ہیں۔ دوسری طرف ان کو
حدیث کی خدمت کا شرف اور انہماک حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی وراثت و خلافت میں ملا۔ ساری عمر
حدیث کا درس دیا بـذل الـمـجـهـود جیسی بلند پایہ کتاب یادگار چھوڑی جس نے ان کی محدثیت
وسعت نظر اور رسوخ فی العلم کا سلسلہ چشتیہ صابریہ میں اس اونچے مقام پر فائز ہونے کے بعد جس کا
اعتراف شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں کیا تھا
کہ تم میرے سلسلہ کے فخر ہو مجھے تم سے بہت خوشی ہے"۔ دوسری طرف وہ اپنے شیخ کی طرف اس
مسلک اور اس راستہ پر پوری مضبوطی کے ساتھ قائم اور اس کی حقانیت و مقبولیت کے قائل تھے جس کی
راہ کم سے کم ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف اور حضرت سید احمد
شہید رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صراط مستقیم اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے تقویۃ الایمان کے
ذریعہ ہموار کی تھی۔ اس باطنی مشغولیت خلوت پسندی۔ یکسوئی کے ساتھ جو آپ کے شیخ کی خاص
نسبت ہے۔ آپ مسلمانوں کے اجتماعی اور ملی نفع کے لئے اجتماعی کاموں میں شریک ہوتے تھے۔
مدرسہ مظاہر العلوم کی صدارت تدریس کی مسند کو زینت بخشی، پھر اس کی سرپرستی قبول فرمائی جو آخر دم
تک جاری رہی اسلام کی سربلندی، مقامات مقدسہ، اور ممالک اسلامیہ کی آزادی اور ہندوستان اور
ہندوستان کے مسلمانوں کے مفاد کے لئے اپنے محب اور محبوب دوست اور برادر طریقت شیخ الہند
مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کی کوششوں میں شریک اور ان کے مشیر، ان کے سچے ہمدرد اور قدر
دان رہے اور جہاں تک ہو سکا ان کی تقویت و تائید سے دریغ نہ کیا، یہ سب اسی جامعیت کا پرتو تھا جو
آپ کو اپنے شیخ کامل سے وراثت و نیابت میں ملی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک اور یگانہ
خصوصیت سے نوازا۔ وہ یہ کہ آپ کے چند ممتاز خلفاء اور تربیت یافتہ حضرات کے ذریعہ نہ صرف
سلسلہ چشتیہ صابریہ کا چراغ روشن رکھا بلکہ اس وقت سلوک و تصوف کی جو کچھ رونق اور گرم بازاری نظر
آرہی ہے وہ زیادہ تر آپ ہی کے دو چیدہ اور برگزیدہ خلفاء کی مختلف الجہتہ کوششوں اور مقبولیت کا
نتیجہ ہے۔ میری مراد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا

محمد زکریا صاحب مدظلہٗ (رحمہ اللہ) سے ہے۔

اول الذکر نے اپنے عہد آفریں اور عالمگیر دعوتی اور تبلیغی تحریک وجد وجہد سے جو مراکش سے لیکر انڈونیشیا تک اور ایشیا سے لے کر یورپ اور امریکہ تک پہنچ چکی ہے۔ اور آخر الذکر نے اپنی تصانیف درس حدیث اور بیعت وارشاد کے ذریعہ اس طریق اور سلسلہ کے فیوض اس طرح عام کئے ہیں کہ اس سے پہلے اس کی نظیر آسانی سے تلاش نہیں کی جاسکتی۔

آپ بیتی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کے تواضع کے قصے تو حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں سترہ سالہ قیام میں نہ معلوم کتنے دیکھے اس لئے کہ رجب ۱۳۲۸ھ میں سہارنپور حاضری ہوئی تھی اور ذیقعدہ ۴۵ھ میں مدینہ پاک میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے مفارقت ہوئی، ہر ہر موقع پر تواضع وانکسار، نشست وبرخواست میں خوب ہی دیکھنے کے مواقع ملے، اسفار میں بھی بہت جگہ ہمرکابی رہی۔ خدام کے ساتھ سامان اٹھانے میں ذرا بھی حضرت کو تامل نہ ہوتا تھا، ریل پر اترنے اور چڑھنے میں کچھ سامان حضرت نور اللہ مرقدہٗ بے تکلف اٹھالیا کرتے تھے، خدام عرض کرتے کہ ہمیں دیدیجئے فرماتے کہ وہ بڑا سامان رکھا ہے اٹھالو۔ دعوتوں میں بھی حضرت کے ساتھ اکثر شرکت ہوئی۔ کبھی امتیازی جگہ پر داعی کی درخواست کے بغیر بیٹھتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا، کَیْفَ مَا اتَّفَقَ تشریف رکھنے کا ارادہ کرتے، مگر داعی کی درخواست پر ممتاز جگہ بیٹھنے میں بھی انکار نہ کرتے تھے۔

(۱۷) عبارت محاکمہ:

ایک مسئلہ میں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ اور بعض علماء کا اختلاف ہوا تو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کو حکم بنانے پر فریق ثانی کو راضی کرلیا۔ جس کی تفصیل خوان خلیل کے جام نمبر ۷ میں موجود ہے اس پر حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ اس محاکمہ کی تمہید میں مولانا رحمہ اللہ کی عبارت قابل دید ہے۔ وھو ھذہ بندہ ناچیز باعتبار اپنے علم وفن کے اس قابل نہیں کہ علماء اعلام کے اختلافات کا فیصلہ کرسکے مگر ہاں اِمْتِثَالاً لِلْاَمْرِ الشَّرِیْفِ اس مسئلہ میں جو کچھ خیال میں آیا عرض کرتا ہے"۔

حضرت حکیم الامت نے اس کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ تواضع اور اظہار حق میں اس طرح جمع کرنا جس درجہ کا کمال ہے ظاہر ہے۔ (خوان خلیل ص: ۸)

حضرت حکیم الامت خوان خلیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا رحمہ اللہ میں حضرات سلف کی سی تواضع تھی کہ مسائل اشکالات علمیہ میں اپنے چھوٹوں سے بھی مشورہ فرماتے تھے اور چھوٹوں کی معروضات کو شرح صدر کے بعد قبول فرمالیتے تھے۔

(۱۸) قبول ہدیہ کا ادب:

ایک بار سفر بھاولپور میں اس احقر سے ارشاد فرمایا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول ہدایا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ پہلے سے اشراف نفس نہ ہو مگر سفر میں اکثر دائی کی عادت ہوتی ہے کہ مدعو کو کچھ ہدیہ دیتے ہیں اس عادت کے سبب اکثر خطور بھی ایسے ہدایا کا ذہن میں ہو جاتا ہے تو کیا خطور بھی اشراف نفس وانتظار میں داخل ہے جس کے بعد ہدیہ لینا خلاف سنت ہے اس حقیر میں کیا قابلیت تھی کہ ایسے عظیم الشان عالم اور عارف کے استفسار کا جواب دے سکوں، لیکن لہجہ چونکہ استفسار بالجواب پر دال تھا اس لئے اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ کی بنا پر جواب عرض کرنا ضروری تھا، چنانچہ میں نے عرض کیا کہ میرے خیال میں اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اس احتمال کے بعد دیکھا جاوے کہ اگر وہ احتمال واقع نہ ہو تو آیا نفس میں کچھ ناگواری پیدا ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر ناگواری ہو تو اس احتمال کا خطور اشراف نفس ہے اگر ناگواری نہ ہو تو اشراف نفس نہیں ہے خالی خطرہ ہے جو احکام میں مؤثر نہیں، اس جواب کو بہت پسند فرمایا اور دعا دی، یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد حضرت حکیم الامت ارشاد فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں جو مولانا رحمہ اللہ کے چند کمالات ثابت ہوتے ہیں۔ ایک تواضع جس کے سلسلہ میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے دقیق تقویٰ کہ اکثر اشراف کے احتمال بعید تک نظر پہنچی اور اس پر عمل کا اہتمام ہوا تیسرے اتباع سنت جیسا کہ ظاہر ہے چوتھے اپنے معاملہ میں اپنے نفس کو متہم سمجھنا کہ اپنی رائے پر وثوق نہیں فرمایا ورنہ جس کی نظر اتنی دقیق ہو کیا اس فلسفہ تک وہ نظر نہیں پہنچ سکتی تھی۔

(۱۹) بیعت کے الفاظ:

تذکرۃ الخلیل میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کا معمول لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی حیات میں اوّل تو کسی کو بیعت نہیں فرماتے تھے اور اگر کسی کو شدید اصرار پر بیعت کرتے بھی تو یہ الفاظ کہلواتے تھے۔ بیعت کرتا ہوں میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے خلیل احمد کے ہاتھ پر۔

(۲۰) شیخ پورہ کی دعوت:

شیخ پورہ کی دعوت کا قصہ جس میں یہ ناکارہ (حضرت شیخ الحدیث صاحب) خود بھی شریک تھا اور حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ بھی شریک تھے اس کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا، تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار سہارنپور میں بڑے جلسہ (سالانہ جلسہ مظاہر العلوم) میں جانا ہوا۔ بعد جلسہ گاؤں والوں نے مولانا (یعنی حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ) کو مع خدام اور احقر کو مدعو کیا اور اس سے دوسرے دن ایک تاجر چاول مقیم سہارنپور نے ہم سب کی مع بعض مہمانان مقیمین دعوت کی مولانا نے وعدہ فرمالیا کہ گاؤں سے صبح کو واپس آکر دوپہر کا کھانا تمہارے ہاں کھالیں گے۔ شام کو گاؤں گئے اور شب کو وہاں مقیم رہے پھر صبح کو عین ایسے وقت کہ خوب زور سے بارش ہو رہی تھی، اسٹیشن پٹری پر

سوار ہوئے اہل موضع ایسے وقت کے سفر کو گوارہ نہ کرتے تھے اور قیام پر مُصر تھے لیکن چونکہ ان سوداگر صاحب سے وعدہ تھا اس لئے بھگتے ہوئے ریل پر پہنچے اور سہارنپور اُترے۔ تانگہ میں بیٹھتے ہوئے مدرسہ کو آرہے تھے کہ راستہ میں وہ سوداگر صاحب ملے، مولانا نے گاڑی ٹھہرا کر یا آہستہ کرا کر (یاد نہیں) ان کو اپنی واپسی کی اطلاع کی، ہم لوگ اپنے وعدہ پر آگئے ہیں تو آپ کیا مزے کا جواب دیتے ہیں کہ مجھ کو امید واپسی کی نہ تھی اس لئے میں نے کچھ سامان نہیں کیا اب کل صبح کی دعوت ہے اس وقت مولانا کا حلم اور میرا غصہ دیکھنے کے قابل تھا، مگر بوجہ ادب کے غصہ ظاہر نہ کرسکتا تھا اور مولانا نے منظور فرمالیا اور کھڑے چڑھے سب مہمانوں کا انتظام فرمانا پڑا۔

اگلے دن کی دعوت سے میں نے عذر کردیا جس کی اصل وجہ تو غصہ تھی مگر عذر کیا یہ کہ سویرے بھوک نہیں لگتی اور دیر میں ریل نہ ملے گی اور مجھ کو کل وطن جانا ضروری ہے۔ مولانا نے سفارش فرمائی کہ دعوت میں شریک ہوجانا اگر رغبت ہوئی کچھ کھالینا ورنہ اصرار نہ ہوگا۔ چنانچہ اگلے روز سب ان کے مکان پر پہنچے اور کھانا لایا گیا۔ میں بھی بیٹھا رہا مگر کھانے کی خواہش نہیں ہوئی، کچھ تو غصہ کے سبب اور کچھ خلاف معمول ہونے کے سبب، تھوڑی دیر میں اجازت لے کر مکان سے باہر آیا، اور صاحب دعوت کو بھی فرمائش کرکے ہمراہ لایا اور باہر آکر ان کی اس نامعقول حرکت پر اچھی طرح کان کھولے اور توبہ کرائی۔ اس قصہ پر حضرت حکیم الامت خوان خلیل میں تحریر فرماتے ہیں اس سے مولانا کا حلم ظاہر ہے اور حلم بھی اتنے درجہ کا کہ میں اس میں ساتھ نہیں دے سکا۔ اور اس قصہ پر حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم آپ بیتی میں فرماتے ہیں کہ بندہ کے خیال میں تو اس قصہ میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ سے زیادہ حضرت حکیم الامۃ کی تواضع ہے کہ اس غصہ اور تکدر کے باوجود حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کے کہنے پر دعوت بھی قبول کرلی، اور حضرت کے سامنے کچھ ڈانٹ بھی نہیں پلائی، الگ لیجا کر ڈانٹا۔

(۲۱) بذل المجہود[۱]:

بذل المجہود کی تالیف میں جب بھی کوئی اہل علم میں سے آتا اور ایک دو دن قیام کرتا، حضرت بڑے اہتمام سے بذل کا مسودہ ان کے حوالے کرتے کہ غور سے دیکھیں اور کوئی چیز قابل اصلاح ہو تو ضرور متنبہ فرمائیں اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ جو بعد میں صدر مدرس مظاہر العلوم سہارنپور بھی ہوگئے تھے ان کے ذمہ تو مستقل نظر ثانی تھی اور مولانا مرحوم بہت ہی اہتمام سے نظر ثانی کیا کرتے اور جہاں جہاں مولانا نشان لگاتے حضرت ان کو دوبارہ بہت غور سے ملاحظہ فرماتے اور اصلاح کی ضرورت سمجھتے تو اصلاح یا توسیع فرماتے۔

---

[۱] عربی میں حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف کی عربی شرح جو پانچ جلدوں میں مکمل ہے (ناشر)

تذکرۃ الخلیل میں ایک قصہ لکھا ہے کہ آپ لوا پنے [illegible] کمال پر ناز نہ تھا اور [illegible]
تھانہ بھون گئے اور فساد صلوٰۃ بمحاذاۃ النساء کے مسئلہ میں مولوی احمد حسن [illegible]
ہوا۔ حضرت تو حنفیہ کے قول کو قوی فرمارہے تھے اور مولوی احمد حسن [illegible] حضرت نے فرمایا پہلے میری
تقریر سن لو پھر جو کہنا ہو وہ کہنا مگر مولوی صاحب نے درمیان میں آپ کا کلام قطع [illegible]
حضرت کو تکدر ہوا اور لہجہ میں تیزی آگئی، مولوی احمد حسن بھی تیزی پر آگئے، تب آپ نے تحمل کیا اور
خاموش ہوگئے، جب آپ ریل پر آنے لگے تو آپ نے خود ابتداءِ سلام کی اور مصافحہ کے لئے ہاتھ
بڑھا کر فرمایا اگر مجھ سے کچھ گستاخی آپ کی شان میں ہوگئی ہو تو معاف فرما دینا، اس بندۂ خدا نے اس
پر بھی کوئی معذرت نہ کی۔ (تذکرۃ الخلیل ص:۲۹۷)

نوٹ: بعد میں مولوی صاحب موصوف کی تھانہ بھون سے بھی علیحدگی ہوئی، اور حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کو بھی بہت تکدر رہا کہ ان کو اپنے علم پر بہت ہی گھمنڈ پیدا ہو گیا تھا۔

(۲۲) سخت ترین گرمی میں روزہ:

آپ بیتی میں ہے کہ مفتی محمود صاحب نے ایک واقعہ بروایت مولوی منظور علی صاحب وکیل بیان فرمایا کہ سخت ترین گرمی اور لُو کا زمانہ تھا رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کی طبیعت ناساز چل رہی تھی پیچش کی شدید تکلیف تھی۔ حضرت نے کئی روز تک دوا سے افطار پر قناعت کی کوئی غذا نہیں کھائی جمعہ کا دن تھا۔ مولوی عبداللہ جان وکیل بھی مدرسہ میں جمعہ پڑھنے آئے انہوں نے دیکھا کہ چہرہ نہایت پژمردہ ہے۔ اور ضعف ونقاہت کے آثار نمایاں ہیں وہ تو یہ حالت دیکھ کر ستون کے پیچھے ہو کر رونے لگے، اور مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم نے عرض کیا کہ حضرت کا کئی روز سے فاقہ ہے تکلیف زیادہ ہے، روزہ قضا فرما دیتے آخر فقہا نے رخصت لکھی ہے اور مولوی عبداللہ جان تو رو رہے ہیں، حضرت کا چہرہ فوراً متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ حافظ صاحب کیسی بات کہتے ہیں ارے روزہ! اور پھر رمضان کا روزہ۔ اور پھر فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہیں کہ مولوی عبداللہ جان جیسا کوہ وقار انسان بھی متاثر ہو جائے'' ایسے ہی واقعات کے متعلق میرے اس رسالہ ''آپ بیتی'' میں اپنے اکابر کے متعلق کئی دفعہ گزر چکا ہے۔

(۲۳) دُولہا کا لباس:

آپ کسی تقریب نکاح میں میرٹھ تشریف لائے، لڑکے والوں نے درخواست کی کہ تبرکاً دولہا کو کپڑے حضرت پہنائیں۔ آپ وہاں تشریف لے گئے جہاں دولہا غسل کے بعد کپڑے پہننے کا منتظر تھا، بندہ بھی (مولوی عاشق الٰہی صاحب) ساتھ تھا، کرتا پاجامہ تو آپ نے اُٹھا کر دے دیا، اچکن کا نمبر آیا تو آپ نے کہا دیکھنا کیا ریشم کی ہے۔ میں نے غور سے دیکھ کر عرض کیا جی حضرت ریشم ہی معلوم

ہوتا ہے آپ نے اس کو رکھ دیا اور فرمایا کہ اس کا پہننا اور پہنانا حرام ہے پھر ٹوپی دیکھی تو وہ بھی مفرق۔ اس پر حضرت نے تیز لہجہ میں فرمایا یہ بھی حرام ہے۔ لڑکے والے پھنستا انہ تھے انہوں نے حضرت کے انکار کی پرواہ نہ کی، خود اٹھا کر دولہا کو پہنا دیا، حضرت کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا مگر تحمل فرمایا اور مجھ سے یہ کہہ کر چلو، وہاں سے واپس ہو گئے، آپ قیام گاہ پر تشریف نہیں لائے بلکہ رنج وقلق کے ساتھ حاجی وجیہہ الدین صاحب مرحوم کے مکان پر تشریف لے گئے، فرمایا یہ کیا تعلق ہے معصیت میں شریک کرنے کو بلاتے ہیں اس نکاح میں شریک ہونے والے سب گنہگار ہوں گے۔ جہاں دولہا حرام لباس پہنے بیٹھا ہو کہ کوئی عامل ہو کوئی اس پر راضی۔ یہ سن کر سب میں ہلچل مچ گئی کہ برادری کا قصہ تھا اور حضرت کے ساتھ لوگوں کا تعلق تھا۔ نہ حضرت کو چھوڑ سکے نہ برادری کو۔ دوڑے ہوئے گئے کہ کسی طرح دولہا کے کپڑے بدلوادیں مگر بہتیرے تھے کہ جن کو نہ حضرت سے تعلق تھا نہ اتباع شریعت کا اہتمام۔ اس لئے وہ تبدیل لباس کو نحوست اور بدشگون سمجھتے اور کہتے تھے کہ جو دلہن کے یہاں سے جوڑا آیا ہے وہی پہننا ضروری ہے مگر یہ دوڑ دھوپ کرنے والے سربرآوردہ اور مرید تھے۔ آخر کامیاب ہوئے اور حاجی وجیہہ الدین صاحب مصری کپڑے کی بیش قیمت اپنی اچکن نکال کر جلدی سے پہنچے کہ اس سے بہتر اچکن تو دولہا کو پورے ہندوستان میں نصیب نہ ہوگی۔ وہ پہن کر اور ٹوپی کی جگہ عمامہ بندھوا کر حضرت کے سامنے لے آئے کہ حضرت اب تو تشریف لے چلیں، اس وقت آپ اٹھے اور شریک عقد ہوئے، ایسا ہی ایک قصہ دہلی میں پیش آیا تو اس میں بھی حضرت نے دولہا کا لباس حرام ہونے کی وجہ سے نکاح میں شرکت نہیں فرمائی۔

(۲۴) بیعت کے وقت ہدیہ:

تذکرۃ الخلیل[1] میں لکھا ہے کہ بیعت کرنے پر اگر حضرت کی خدمت میں نذر پیش کی گئی تو حضرت نے کبھی قبول نہیں فرمائی کہ صورتاً یہ توبہ کرانے کا معاوضہ بن جاتا ہے اور اس رسم کے مشابہ ہے جو آج کل دنیادار پیروں میں چل رہی ہے ہاں اس کے بعد انس ومحبت کا تعلق پیدا ہو کر اگر کوئی قلیل سے قلیل ہدیہ بھی پیش کرتا تو مسنون طریقہ پر آپ اسے بخوشی قبول فرما لیتے۔

(۲۵) حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا پہلا وعظ:

مینڈھو میں چودھری لیاقت علی خاں کی کوٹھی پر ایک مرتبہ ان سب حضرات کا اجتماع ہوا اور لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ کسی طرح حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا وعظ سنتے۔ مولوی میر شاہ خان بولے کہ اس میں کامیابی ہو سکتی ہے تو صرف مولانا خلیل احمد کو۔ وہی ایسی ہستی ہے جو مولانا سے بزور کہہ سکتی ہے۔ اور مولانا ان کی بات کو نیچا نہیں ڈال سکتے، ورنہ سچ یہ ہے کہ ہم بھی ہمیشہ اسی ارمان میں رہے

---

[1] یہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی سوانح ہے جس کو بڑے اہتمام سے مکتبۃ الشیخ نے عکسی شائع کیا ہے ۱۲

اوراب تک حضرت کا وعظ نہیں سُنا، چنانچہ سب لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ آج تو کسی طرح مولانا کا وعظ سنوا دیجئے، حضرت نے فرمایا بہت بہتر اور اس کے بعد مولانا کے پاس واپس آکر بے تکلف لہجہ میں فرمایا "دوستوں کی خواہش ہے کہ آج بعد ظہر کچھ بیان فرما دیجئے، مولانا نے جو کہ استاذ الکل ہو کر ادنیٰ طالب علم کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے فرمایا مجھے تو وعظ کہنا ہی نہیں آتا، حضرت نے کہا یہ کون کہتا ہے کہ آپ کو وعظ کہنا آتا ہے اور آپ وعظ کہیں۔ درخواست یہ ہے کہ جس طرح مدرسہ میں بیٹھ کر حدیث کا ترجمہ فرماتے ہو یہاں مسجد میں بیٹھ کر کسی حدیث کا ترجمہ سنا دو، حضرت مولانا کی اس وقت عجیب حالت تھی کہ نہ اقرار کئے بن پڑتی تھی اور نہ انکار کئے، آخر جب دیکھا کہ مفر نہیں تو فرمایا اچھا مگر اس شرط پر کہ تم موجود نہ ہو۔ حضرت نے فرمایا بہت اچھا مجھ سے اتنی وحشت ہے تو میں بعد نماز چلا آؤں گا۔ میری وجہ سے یہ صدہا لوگ کیوں رہیں، حضرت مولانا مسکرا کر چُپ ہو گئے اور حضرت نے لوگوں سے کہہ دیا کہ جائے درخواست منظور ہے اور بعد ظہر مولانا کا بیان ہوگا۔

چنانچہ بعد ظہر مولانا کو ممبر پر بیٹھنے کا اصرار کیا گیا مگر آپ نہ اُٹھے اور جب دیکھ لیا کہ مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ سنتیں پڑھ کر روانہ ہو لئے تو بیچ کے در میں بیٹھ کر بیان شروع فرمایا، میں بھی حاضر تھا، کیا کہوں کہ اس سادہ ترجمہ اور پست لہجہ کی مسلسل تقریر میں کیا شیرینی تھی جس کی حلاوت زبانِ قلب میں آج تک موجود ہے۔[1]

حضرت نے جب دیکھا کہ وعظ شروع ہو گیا تو باہر دوسرے راستہ سے آکر اندر دالان میں اس طرف بیٹھ گئے جدھر مولانا کی پشت تھے اور بیان ختم ہونے پر جلدی جلدی اسی راستہ سے اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ دوسرے وقت جب اجتماع ہوا تو حضرت نے فرمایا تم نے بہتیرا چاہا کہ سب وعظ سنیں مگر

---

[1] حضرت شیخ الہند کا ایک وعظ کا قصہ مشہور ہے جو ارواح ثلاثہ میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مراد آباد کے جلسہ میں تشریف لے گئے۔ لوگوں نے وعظ کے لئے اصرار کیا۔ مولانا نے عذر فرما دیا کہ مجھے عادت نہیں ہے مگر لوگوں نے نہ مانا۔ کھڑے ہوئے اور حدیث فَقِيهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ پڑھی اور اس کا ترجمہ کیا کہ ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔ وہاں ایک مشہور عالم تھے کھڑے ہوئے۔ اور کہا کہ یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آئے تو اس کو وعظ کہنا جائز نہیں۔ پس مولانا فوراً ہی بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے مگر ان لوگوں نے نہ مانا خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل بھی ہو گی۔ یعنی آپ کی شہادت۔ پھر حضرت مولانا نے ان بزرگ سے بطرز استفادہ پوچھا کہ غلطی کیا ہے تاکہ آئندہ بچوں۔ انہوں نے فرمایا اشد کا ترجمہ اثقل کا نہیں آتا بلکہ اضر کا آتا ہے۔ مولانا نے فی الفور فرمایا کہ حدیث وحی میں ہے يَأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ۔ کیا یہ بھی اضر کے معنیٰ ہیں وہ دم بخود رہ گئے۔

خلیل نہ سُنے ۔ لیکن ہم نے سُن ہی لیا، حضرت نے فرمایا کس طرح؟ فرمایا ہم بھی تمہارے پس پشت ایک گوشہ میں آ بیٹھے، مولانا نے فرمایا پشت پناہ بننے کے لئے تم آئے کدھر سے؟ اور وعدہ کرنے کے خلاف کیسے کیا؟ فرمایا میں نے یہی کہا تھا کہ نماز کے بعد چلا جاؤں گا یہ تو نہیں کہا تھا کہ پھر مسجد ہی میں نہ جاؤں گا اور آخر اس کی کوئی وجہ بھی کہ عمر بھر میں ایک ہی وعظ ہوا اور وہی ہمارے کانوں میں نہ پڑے غرض دیر تک انبساط کے ساتھ مزاح ہوتا رہا اور حاضرین اس کا مزہ لیتے رہے۔

(۲۶) شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ حلقۂ درس میں:

حضرت کو دارالعلوم آئے ہوئے ایک سال بھی نہ ہوا تھا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی بارہ سال کی عمر میں بغرض تعلیم دارالعلوم آئے۔

گلستان، میزان سے اپنی تعلیم شروع کی، ان کے بھائیوں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ تبرکاً تعلیم شروع فرمادیں مگر انہوں نے حضرت مولانا سے فرمایا کہ وہ شروع کرائیں اور پھر آپ نے شروع کرادیا۔ (حیات خلیل ص:۱۵۹)

فصل سوم

مدارس کے معاملات میں اکابر کا تقویٰ اور

(۲۷) مدارس کی سرپرستی:۔

قدوۃ الاتقیاء حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالرحیم صاحب نور اللہ مرقدہٗ سرپرست دارالعلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور کا یہ مقولہ بہت مشہور تھا کہ مجھے مدارس کی سرپرستی سے جتنا ڈر لگتا ہے اتنا کسی سے نہیں لگتا۔ اگر کوئی شخص کسی کے یہاں ملازم ہو اور وہ مالک کے کام میں کچھ کوتاہی کرے خیانت کرے کسی قسم کا نقصان پہنچائے، ملازمت سے علیحدہ ہوتے ہوئے یا مرتے وقت مالک سے معاف کرالے تو وہ معاف ہوسکتا ہے لیکن مدرسوں کا روپیہ جو عام غرباء اور مزدوروں کے دو دو پیسے ایک ایک آنہ کا چندہ ہوتا ہے ہم سب سرپرستان مدرسہ اس کے مالک تو ہیں نہیں امین ہیں۔ اگر اس مال کے اندر افراط وتفریط ہو تو ہم لوگوں کے معاف کرنے سے معاف تو نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ دوسروں کے مال میں ہم کو معافی کا کیا حق ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ ہم اگر بمصالح مدرسہ چشم پوشی کریں تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی اُمید ہے کہ وہ ہم سے درگزر فرمالے۔ لیکن اگر اپنے ذاتی تعلقات سے ہم لوگ تسامح کریں تو ہم بھی جرم کے اندر شریک ہیں۔ لیکن جرم کرنے والے سے کسی حال میں بھی معاف نہیں ہوسکتا کہ حقوق العباد ہے۔ اور جن کا مال ہے وہ اتنے کثیر کہ معاف کرایا نہیں جاسکتا۔

(۲۸) مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کا تقویٰ:

حضرت اقدس شیخ المشائخ مولانا الحاج احمد علی صاحب محدث سہارنپوری، بخاری ترمذی کتب حدیث کے محشی اور مشہور عالم محدث ہیں، جب مظاہر علوم کی قدیم تعمیر کے چندہ کے سلسلہ میں کلکتہ تشریف لے گئے کہ وہاں مولانا کا اکثر قیام رہا ہے اور وہاں کے لوگوں سے وسیع تعلقات تھے تو مولانا مرحوم نے سفر سے واپسی پر اپنے سفر کے آمد ورفت کا مفصل حساب مدرسہ میں داخل کیا تو وہ رجسٹر میں (نے حضرت شیخ الحدیث) نے خود پڑھا، اس میں ایک جگہ لکھا تھا کہ کلکتہ میں فلاں جگہ میں اپنے ایک دوست سے ملنے گیا تھا اگرچہ وہاں چندہ خوب ہوا۔ لیکن میرے سفر کی نیت دوست سے ملنے کی تھی اس لئے وہاں کی آمد ورفت کا اتنا کرایہ آمد ورفت سے وضع کرلیا جائے۔

(۲۹) حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کا تقویٰ:

حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتوی قدس سرہٗ (جو گویا مظاہر علوم کے بانی ہیں) کا یہ معمول میری جوانی میں (یعنی حضرت شیخ الحدیث صاحب) عام مشہور اور لوگوں کو معلوم تھا کہ مدرسہ کے

اوقات میں جب کوئی مولانا قدس سرہٗ کا کوئی عزیز ذاتی ملاقات کے لئے آتا تو اس سے باتیں شروع کرتے وقت گھڑی دیکھ لیتے اور واپسی پر گھڑی دیکھ کر حضرت کی کتاب میں ایک پرچہ رکھا رہتا تھا اس پر تاریخ وار منٹوں کا اندراج فرما لیتے تھے اور ماہ کے ختم پر ان کو جمع فرما کر اگر نصف یوم سے کم ہوتا تو آدھ روز کی رخصت اور اگر نصف یوم سے زائد ہوتا تو ایک یوم کی رخصت مدرسہ میں لکھوا دیتے، البتہ اگر کوئی فتویٰ وغیرہ پوچھنے آتا تو اس کا اندراج نہیں فرماتے تھے۔

(۳۰) حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی تنخواہ لینے سے معذوری:

حضرت قدس سرہٗ سیدی مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ جب ایک سالہ قیام حجاز کے بعد آخر ۳۴ھ میں مظاہر علوم واپس تشریف لائے تو میرے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا شروع ذیقعدہ میں انتقال ہو چکا تھا، حضرت نے مدرسہ سے تنخواہ لینے سے یہ تحریر فرما کر انکار کر دیا تھا کہ میں اپنے ضعف و پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام پورا پورا نہیں کر سکتا۔ لیکن اب تک مولانا یحییٰ صاحب رحمہ اللہ میری نیابت میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں اور وہ دونوں مل کر ایک مدرس سے زیادہ کام کرتے تھے، اب چونکہ اُن کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسہ کی تعلیم کا پورا کام بخوبی نہیں کر سکتا اس لئے قبول تنخواہ سے معذور ہوں۔ اس پر حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے بڑی طویل تحریرات ہوئیں۔ حضرت رائپوری نے لکھا کہ آپ کے وجود کی مدرسہ کو سخت ضرورت ہے۔ آپ کے وجود سے مدرسہ کا سارا نظام باحسن وجوہ قائم ہے اس لئے آپ کو مدرسہ اب تعلیم کی تنخواہ نہیں دے گا بلکہ ناظم مدرسہ کی تنخواہ دے گا، حضرت کی مدرسہ میں تشریف نہ رکھنے سے مدرسہ کا سخت نقصان ہے۔

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی تائید فرمائی، اور اس پر حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے تنخواہ لینی قبول فرمائی۔ (آپ بیتی)

(۳۱) تنخواہ میں اضافہ:

اس سے قبل کا قصہ تو بہت ہی مشہور ہے کہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی تنخواہ صرف چالیس تھی اور عرصہ تک یہی رہی اور جب بھی ممبران مدرسہ کی طرف سے حضرت کی ترقی کا مسئلہ پیش ہوتا تو حضرت ارشاد فرماتے کہ میری حیثیت سے یہ بھی زیادہ ہے مگر جب ماتحت مدرسین کی تنخواہ چالیس تک پہنچ گئی تو ممبران نے اصرار کیا کہ آپ کی وجہ سے نیچے کے مدرسین کی تنخواہ رُک جائے گی کہ صدر مدرس سے دوسروں کی تنخواہ بڑھ جائے، اس پر حضرت نے اضافہ قبول فرمایا۔

(۳۲) حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا تقویٰ:

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے متعلق بھی اسی نوع کا قصہ معروف ہے کہ حضرت نے پچیس سے زیادہ کا اضافہ قبول نہیں فرمایا۔ لیکن عرصہ کے بعد اسی اشکال کی وجہ سے حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے اضافہ قبول فرمایا۔

(۳۳) حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کا مدرسہ کی اشیاء کو استعمال نہ کرنا:

میں نے خود تو یہ واقعہ نہیں دیکھا مگر دو واسطوں سے سُنا ہے کہ حضرت اقدس سہارنپوری رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک صاحب عزیزوں میں سے جو بڑے رتبہ کے آدمیوں میں سے تھے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ حضرت سبق پڑھا رہے تھے، اختتام سبق تک تو حضرت نے توجہ بھی نہ فرمائی، ختم سبق کے بعد حضرت ان کے پاس تشریف لائے، انہوں نے اصرار کیا کہ حضرت اسی جگہ تشریف رکھیں، حضرت نے ارشاد فرمایا مدرسہ نے یہ قالین صرف سبق پڑھانے کے لئے دیا ہے ذاتی استعمال کے لئے نہیں، اس لئے اس قالین سے علیحدہ بیٹھ گئے البتہ یہ واقعہ میرا ہمیشہ کا دیکھا ہوا ہے کہ مدرسہ قدیم (دفتر مدرسہ) میں حضرت کی ہمیشہ چارپائی رہتی تھی، اسی پر حضرت آرام بھی فرماتے تھے اس ہی پر بیٹھتے تھے، مدرسہ کی اشیاء کو استعمال کرتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔ (آپ بیتی)

(۳۴) جلسہ کے موقع پر بھی اپنے گھر کا کھانا کھانا:

مظاہر علوم کا جب سالانہ جلسہ ہوتا تھا، میں نے اکابر مدرسین میں سے کبھی کسی کو جلسہ کے کھانے یا چائے یا پان کو کھاتے نہیں دیکھا جملہ مدرسین حضرات اپنا اپنا کھانا کھاتے تھے جب بھی وقت ملے، حضرت قدس سرہٗ مدرسہ کے خصوصی مہمانوں کے ساتھ کھاتے تھے لیکن حضرت کے مکان سے دس بارہ آدمیوں کے لئے کھانا آتا تھا جو متفرق مہمانوں کے سامنے رکھ دیا جاتا تھا، اسی میں سے حضرت نوش فرماتے تھے، مدرسہ کی کوئی چیز کھاتے نہیں دیکھا، مولانا عنایت الٰہی صاحب مہتمم مدرسہ جو شب و روز مدرسہ کے اندر رہتے اور ظہر کے وقت یارات کے بارہ بجے اپنے دفتر کے کونے میں بیٹھ کر ٹھنڈا اور معمولی کھانا تنہا کھا لیتے تھے، مولانا ظہور الحق دیوبندی مدرس اس زمانہ میں مطبخ طعام کے منتظم ہوتے تھے اور چوبیس گھنٹہ مطبخ کے اندر رہتے تھے۔ لیکن سالن، چاول وغیرہ کا نمک کسی طالب علم سے چکھواتے تھے خود نہ چکھتے تھے، جب وقت ملتا اپنے گھر جا کر کھانا کھا آتے اسی طرح سے دیگر اکابر مدرسین کو میں نے کوئی شے مدرسہ کی چکھتے نہیں دیکھا، ان سب احتیاط کے باوجود حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ جب ۴۴ھ میں مستقل قیام کے ارادے سے حجاز مقدس تشریف لئے گئے تو اپنا ذاتی کتب خانہ یہ فرما کر مدرسہ کے اندر وقف کر گئے کہ نہ معلوم مدرسہ کے کتنے حقوق ذمہ رہ گئے ہوں گے"۔

(۳۵) سالن گرم کرنے کا معاوضہ، حضرت مولانا یحییٰ صاحب قدس سرہٗ کا تقویٰ:

میرے والد صاحب کے زمانہ میں مدرسہ کا مطبخ جاری نہیں ہوا تھا، نہ مدرسہ کے قریب کسی طباخ کا مکان تھا گھر والوں کے نہ ہونے کے زمانہ میں جامع مسجد کے قریب ایک طباخ کی دوکان تھی جس کا نام اسمٰعیل تھا اس کے یہاں سے کھانا آیا کرتا تھا، سردی کے زمانہ میں وہاں سے کھانا آتے آتے خصوصاً شام کو ٹھنڈا ہو جاتا تھا تو سالن کے برتن کو مدرسہ کے حمام کے سامنے اندر نہیں بلکہ باہر رکھوادیتے تھے اس کی تپش سے وہ تھوڑی دیر میں گرم ہو جاتا تھا تو یہ فرما کر دو تین روپے ہر ماہ چندہ کے اندر داخل فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ کی آگ سے انتفاع ہوا ہے، تنخواہ تو میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے سات سالہ قیام مدرسہ میں کبھی لی ہی نہیں"۔

(۳۶) مدرسہ کا قلمدان:

حضرت مولانا الحاج عنایت الٰہی صاحب مہتمم مدرسہ اللہ ان کو بہت ہی بلند درجات عطا فرمائے مدرسہ کے مہتمم بھی تھے منشی بھی تھے اور عدالتی تمام کاروائیاں ان ہی کے ذمہ تھیں اور اس معنی کر محصل چندہ شہر بھی تھے کہ محصل چندہ شہر جب کسی کے متعلق یہ کہتا کہ فلاں صاحب نے چندہ نہیں دیا دو مرتبہ جا چکا ہوں تو حضرت مہتمم صاحب اپنے گھر آتے یا جاتے اس کے گھر جاتے اور خوشامد فرماتے کہ تمہارا چندہ نہیں آیا۔ ان کی خوبیوں کا بیان تو اس مختصر تحریر میں نہیں آسکتا، لیکن دفتر کے اندر ان کے پاس دو قلمدان رہتے تھے، ایک ذاتی اور دوسرا مدرسہ کا، ذاتی قلمدان میں کچھ ذاتی کاغذ رہتے، اپنے گھر کوئی ضروری پرچہ بھیجنا ہوتا تو اپنے قلمدان سے لکھتے مدرسہ کے قلمدان سے کبھی نہیں لکھتے تھے، گرمیوں میں سات بجے کے قریب اور سردیوں میں آٹھ بجے کے قریب آتے اور عصر کے بعد تشریف لے جاتے، ساری دوپہر کام کرتے اور آتے ہوئے اہل چندہ کے گھر ہوتے ہوئے آتے، لیکن حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ نے ایک مرتبہ دوسرے ملازمین کی ترقی کے ساتھ یہ کہہ کر ان کی ترقی روکدی تھی کہ مدرسہ کے اندر دیر سے تشریف لاتے ہیں، میں نے ہر چند عرض کیا کہ حضرت چھ گھنٹہ سے زیادہ کام کرتے ہیں بار بار سفارش اور اصرار بھی کیا لیکن حضرت فرماتے رہے کہ مدرسہ کے اوقات کی پابندی ملازم کے لئے ضروری ہے۔

(۳۷) حضرت مہتمم (مولانا عنایت الٰہی صاحب) کی جدوجہد اور جانفشانی:

ہمہ تن مدرسہ کے امور میں اشتغال کے اتنے کثیر واقعات ہیں جو اس قابل تھے کہ ان کی مکمل سوانح حیات لکھی جائے، آخر زمانۂ حیات میں امراض کی کثرت اور ضعف کی وجہ سے میں نے یہ تجویز پیش کی کہ حضرت مہتمم صاحب کی پنشن ہو جائے، مہتمم صاحب مدرسہ کے ابتدائی قیام کے وقت میں ابتدائی طالب علموں میں تھے، اس کے بعد معین مدرس ہوئے اور ترقی فرماتے ہوئے

مدرس دوم تک پہنچے، دورے کے اسباق بھی اس زمانہ میں مرحوم کے یہاں ہوئے ۳۲ھ سے باوجود مرحوم کے شدید انکار کے بضرورت مدرسہ مہتمم مقرر ہوئے اور اسی عہدہ پر ۴۷ھ ۲۰ جمادی الثانی کو انتقال ہوا۔ غفر الله لهٗ۔ آخر زمانہ میں ضعف و پیری کے علاوہ شدید امراض کا ابتلاء رہا، صبح کو ڈولی میں بیٹھ کر مدرسہ آتے اور بعد عصر ڈولی میں بیٹھ کر واپس تشریف لے جاتے، اس مشقت کو دیکھ کر مجھے ترس آتا تھا، میں نے تفصیلی حالات لکھ کر حضرات سرپرستان کی خدمت میں مرحوم کی خدمات جلیلہ کے پیش نظر خصوصی طور پر پنشن کی تجویز پیش کی تھی حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سرپرست مدرسہ نے یہ تحریر فرمایا کہ مدرسہ کے موجودہ چندہ سے پنشن جائز نہیں ہے، اس کے لئے آپ ایک مستقل مد قائم کر کے چندہ قائم کریں، اس میں سے پنشن دی جا سکتی ہے۔ مہتمم صاحب کے متعلق جو لکھا وہ بالکل صحیح ہے، میں اس سے زیادہ واقف ہوں، ان کے لئے جو تم مناسب سمجھو تنخواہ تجویز کر کے مخصوص احباب سے چندہ مقرر کروالو۔ پانچ روپے ماہانہ میں اپنی ذات سے دوں گا۔

(۳۸) حضرت مولانا محمد منیر صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند:

ایک مرتبہ وہ مدرسہ کے ڈھائی سو روپے لے کر مدرسہ کی روئیداد طبع کرانے دہلی تشریف لے گئے۔ اتفاق سے روپے چوری ہو گئے، مولوی صاحب نے اس چوری کی کسی کو اطلاع نہیں کی اور اپنے مکان آ کر اپنی کوئی زمین وغیرہ بیچی اور ڈھائی سو روپے لے کر دہلی پہنچے اور کیفیت مدرسہ چھپوا کر گھر لے آئے، کچھ دنوں کے بعد اس کی اطلاع اہل مدرسہ کو ہوئی، انہوں نے مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کو واقعہ لکھا اور حکم شرعی دریافت کیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ مولوی صاحب امین تھے اور روپیہ بلا تعدی کے ضائع ہوا ہے اس لئے ان پر ضمانت نہیں۔ اہل مدرسہ نے مولانا محمد منیر صاحب سے درخواست کی کہ آپ روپیہ لے لیجئے اور مولانا کا فتویٰ دکھایا، مولوی صاحب نے فتویٰ دیکھ کر فرمایا کہ میاں رشید احمد نے فقہ میرے ہی لئے پڑھا تھا اور کیا یہ مسائل میرے ہی لئے ہیں ذرا اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر تو دیکھیں اگر ان کو ایسا واقعہ پیش آتا تو کیا وہ بھی روپیہ لے لیتے ؟ جاؤ لے جاؤ اس فتویٰ کو، میں ہرگز دو پیسے بھی نہ لوں گا۔ (ارواح ثلاثہ)

(**ملفوظ**) مدارس کے بارے میں میرے آقا و مرشد حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے بھی بہت سے واقعات ہیں جو کہ فصل نمبر ۵ میں انشاء اللہ آئیں گے۔ حضرت مدظلہٗ کے واقعات کو الگ فصل میں اور آخر میں درج کرنے کی وجہ بھی اسی جگہ تحریر ہوگی۔

(۳۹) مہمان خانہ کا کرایہ ادا کرنا:

حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کی طویل اور شدید علالت میں حضرت کے معالج ڈاکٹر برکت علی مرحوم کے اصرار پر حضرت اقدس کو بجائے بہٹ کے سہارنپور

تشریف لانا پڑا۔ اور کچھ زمانہ مدرسہ قدیم کے مہمان خانہ میں میں ڈاکٹر برکت علی صاحب کی تجویز سے قیام کیا۔ اس سال کی عید الاضحیٰ بھی مدرسہ قدیم کی مسجد میں پڑھی، اپنے اس چندروزہ قیام کا حضرت قدس سرہٗ نے مدرسہ کے چندہ کے نام سے بہت بڑا کرایہ ادا کیا جو حضرت قدس سرہٗ کے خدام کے لئے خاص طور سے سبق آموز اور عبرت انگیز ہے۔ اس ناکارہ (حضرت شیخ الحدیث صاحب) نے بہت عرض کیا کہ حضرت کا قیام مدرسہ کی ضروریات میں داخل ہے مدرسہ کو حضرت کے قیام سے بہت زیادہ نفع ہے مگر حضرت نے منظور نہیں فرمایا خود بھی چندہ کے نام سے کرایہ ادا کیا۔ اور آنے والے مہمانوں سے بھی خاص طور سے تاکید کر کے چندہ دلوایا کہ حضرت قدس سرہٗ کی وجہ سے ان لوگوں کا بھی مدرسہ میں قیام ہوتا تھا، خاص طور سے پاکستان سے آنے والے مہمانوں سے بھی چندہ دلوایا۔

فصل چہارم

(۴۰) حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کے واقعات اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے معاصرین وبعد کے مشائخ عظام کے واقعات:

آپ بیتی میں حضرت شیخ الحدیث صاحب زادمجدہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہٗ کا معدہ مشتبہ چیز کو قبول نہیں کرتا تھا۔ فوراً قے ہوجاتی تھی، مولانا نور الحسن صاحب مولانا کے قریب ترین ہم جد تھے۔

مولانا نورالحسن صاحب فراغ تعلیم علوم کے بعد کچھ دنوں سرکاری ملازم رہے، کچھ عرصہ دیو بند ضلع سہارنپور میں نائب تحصیل دار پھر نکوڑ ضلع سہارنپور میں تحصیل دار رہے، غالباً اسی زمانہ نکوڑ کا یہ قصہ ہے جیسا کہ بچپن میں کان میں پڑا، خاندان میں اس قسم کا قصہ دودھ جلیبی کا بھی مشہور ہے کہ مولانا نورالحسن صاحب نے ایک سپاہی کو بہت سمجھا بجھا کر اور یہ واضح کر کے کہ کوئی گڑ بڑ نہ کیجئے ورنہ تیری اور میری دونوں کی ذلت ہوگی۔ ایک سپاہی کے ہاتھ دودھ جلیبی بازار سے منگوائی اور اس کو بہت ہی بار بار سمجھایا تھا کہ ان ہی پیسوں کی لائے ورنہ میری اور تیری دونوں کی ذلت فوراً ہوجائے گی۔ سپاہی کی عقل میں نہیں آئی کہ ذلت کیوں ہوگی، وہ حلوائی سے دودھ جلیبی تو تحصیل دار صاحب کے مہمان کے نام سے مانگ لایا اور پیسے جیب میں ڈال لئے، دودھ جلیبی کا چمچہ نوش فرماتے ہی ایک شور مچ گیا (قے ہوگئی) سپاہی بے چارے کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایسی فوری گرفت ہوگی"۔

(۴۱) دہلی کے بازار کا سالن:

حضرت نوراللہ مرقدہٗ کا دہلی کے قیام طالب علمی میں بازار سے کھانے کا نظم تھا مگر حضرت بغیر

سالن کے روٹی کھایا کرتے تھے اس لئے دہلی کے سالنوں میں بازاری ہوں یا گھریلو اچور کا دستور بہت کثرت سے تھا اور آموں کے بیع قبل از وقت ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوتی ہے اس لئے حضرت دہلی کے بازار کا سالن نہیں نوش فرمایا کرتے تھے''۔

(۴۲) بہلی میں بلا اجازت مالک کے ایک خط بھی لے جانے سے انکار:

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ کے متعلق مشہور ہے کہ جب وہ کوئی سواری کرایہ پر کرتے تو مالک کو چیزیں دکھلا دیا کرتے تھے اگر بعد میں کوئی خط بھی لاتا تو فرماتے کہ بھائی میں نے سارا اسباب مالک (گاڑی کے مالک) کو دکھلا دیا ہے اور یہ (خط) اس میں سے نہیں لہٰذا تم مالک سے اجازت لے لو''۔ (جدید ملفوظات ص:۳۸)

(۴۳) نواب قطب الدین کی دعوت:

ارواح ثلاثہ میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی روایت سے نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب کے شاگردوں میں تین شخص نہایت متقی تھے، اول درجہ کے مولوی مظفر حسین صاحب دوسرے درجہ کے شاہ عبدالغنی اور تیسرے درجہ کے نواب قطب الدین صاحب، اس کے بعد فرمایا کہ ایک مرتبہ نواب قطب الدین خاں صاحب نے شاہ اسحٰق صاحب، مولوی یعقوب اور مولوی مظفر حسین صاحب اور چند دوسرے احباب کی دعوت کی شاہ اسحٰق صاحب نے تو منظور فرمالی، اور مولوی یعقوب صاحب نے بھی مگر مولوی مظفر حسین صاحب نے منظور نہ فرمائی، اس سے نواب قطب الدین خاں کو ملال ہوا۔ انہوں نے شاہ اسحٰق صاحب سے شکایت کی کہ میں نے مولوی مظفر حسین صاحب کی بھی دعوت کی تھی، مگر انہوں نے انکار کر دیا، شاہ صاحب نے مولوی مظفر حسین صاحب پر عتاب فرمایا اور فرمایا ارے مظفر حسین تجھے تقویٰ کی بدہضمی ہوگئی ہے کیا نواب قطب الدین کا کھانا حرام ہے۔ انہوں نے کہا حاشا و کلا (صرف واوا ہے) مجھے نواب صاحب پر اس قسم کی بدگمانی نہیں ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا پھر تو کیوں انکار کرتا ہے انہوں نے عرض کیا حضرت نواب صاحب نے آپ کی بھی دعوت کی ہے اور مولوی محمد یعقوب صاحب کی بھی اور اس کے علاوہ اتنے اور آدمیوں کی، اور آپ کو پالکی میں لیجاویں گے اس میں بھی ضرور صرف ہوگا اور نواب صاحب گو بگڑ گئے ہیں مگر پھر بھی نواب زادہ ہیں دعوت میں ضرور نوابانہ تکلف بھی کرینگے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نواب صاحب مقروض بھی ہیں اور جتنا روپیہ دعوت پر خرچ کرینگے وہ ان کی حاجت سے زیادہ بھی ہے تو یہ روپیہ وہ اپنے قرض میں کیوں نہیں دیتے، ایسی حالت میں ان کا کھانا کراہت سے خالی نہیں۔ یہ بات شاہ صاحب کے ذہن میں بھی آ گئی۔ اور شاہ صاحب نے فرمایا۔ میاں قطب الدین اب ہم بھی تمہارے ہاں کھانا نہ کھائیں گے۔

اس پر حضرت حکیم الامت حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ قولہ کراہت سے خالی نہیں اقول کہ وہ اعانت بعید ہے فی اداء القرض۔ کیسا دقیق تقویٰ ہے اور اُستاد کیسے مقدس کہ یا تو شاگرد کو لتاڑ رہے تھے یا انہی کا اتباع کرلیا۔

(۴۴) نماز تو پڑھ لے ہے:

خاں صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمود حسن صاحب بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مولانا مظفر حسین صاحب کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں ایک بوڑھا ملا جو بوجھ لئے ہوئے جاتا تھا بوجھ کسی قدر زیادہ تھا اس سے بمشکل چلا جاتا تھا مولوی مظفر حسین صاحب نے جب یہ حال دیکھا تو آپ نے اس سے وہ بوجھ لے لیا، اور جہاں وہ لے جانا چاہتا تھا وہاں پہنچا دیا۔ اس بڈھے نے پوچھا اجی تم کہاں رہتے ہو انہوں نے کہا بھائی میں کاندھلہ رہتا ہوں۔ اس نے کہا وہاں مولوی مظفر حسین بڑے ولی ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں غرض بہت تعریفیں کیں مگر مولوی مظفر حسین صاحب نے فرمایا کہ اور تو اس میں کوئی بات نہیں ہاں نماز تو پڑھ لے ہے اس نے کہا واہ میاں تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو۔ مولوی صاحب نے کہا میں ٹھیک کہتا ہوں۔ وہ بوڑھا ان کے سر ہو گیا، اتنے میں ایک اور شخص آ گیا جو مولوی صاحب کو جانتا تھا اس نے بوڑھے سے کہا بھلے مانس مولوی مظفر یہی تو ہیں۔ اس پر وہ بوڑھا ان سے لپٹ کر رونے لگا مولوی صاحب بھی اس کے ساتھ رونے لگے۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست

(۴۵) رنڈی کی بہلی:

مولانا مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ ایک مرتبہ دہلی سے بہلی میں سوار ہو کر اپنے وطن کاندھلہ میں تشریف لا رہے تھے بزرگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر شخص سے اس کے مذاق کے موافق گفتگو کیا کرتے ہیں۔ اس بہلی والے سے بہلی ہی کے متعلق کچھ پوچھنے لگے کہ بیلوں کو راتب کتنا دیتے ہو اور کیا بچت ہو جاتی ہے اس سلسلہ میں بہلوان کی زبان سے یہ بھی نکل گیا کہ یہ بہلی ایک رنڈی کی ہے اور میں اس کا نوکر ہوں۔ بھلا مولانا رنڈی کی گاڑی میں کیسے بیٹھ سکتے تھے، کسی طالب علم نے کرایہ کر کے لادی ہوگی، مولانا کو اس کا پتہ نہ تھا۔ اب مولانا کا دقیق تقویٰ دیکھئے فوراً نہ اُترے تاکہ اس کی دل شکنی نہ ہو، تقویٰ بھی برتنا ہر شخص کو نہیں آتا۔ ذرا دیر کے بعد کہا بہلی کو روک لینا، مجھے پیشاب کی حاجت ہے اس نے بہلی روکی۔ آپ نے اُتر کر پیشاب کیا اور اس کے ساتھ استنجاء سکھلاتے چلے۔ کہاں تک چلتے آخر ڈھیلا پھینک دیا۔ اس نے کہا بیٹھ جائیے۔ فرمایا ٹانگیں شل ہو گئیں ہیں۔ ذرا دور پیدل چلوں گا۔ پھر تھوڑی دور چل کر بہلی والے نے کہا بیٹھئے۔ مولانا نے پھر ٹال دیا۔ پھر کہا پھر ٹال

دیا۔ وہ سمجھ گیا اور کہا مولانا میں سمجھ گیا۔ رنڈی کی گاڑی ہے آپ اس میں بیٹھیں گے نہیں پھر لیجانے سے کیا فائدہ حکم دیجئے لوٹ جاؤں، فرمایا ہاں بھائی بیٹھوں گا تو نہیں مگر تم کو کاندھلہ چلنا ہوگا۔

کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے پاس کوئی کرایہ کو آیا ہو اور اس نے انکار کر دیا ہو تو اس کا خواہ مخواہ نقصان ہوگا لہٰذا آپ کاندھلہ تک ویسے ہی پیدل آئے اور ہر منزل پر بیلوں کے گڑ، گھی اور گھاس کا ویسا ہی انتظام کیا اور مکان پر آکر اس کو کرایہ دے کر واپس کیا۔

(۴۶) مہمان کا سامان سر پر:

ایک مرتبہ کاندھلہ تشریف لا رہے تھے ایک شخص مل گیا اس سے دریافت فرمایا کہ کہاں جاؤ گے اس نے جواب دیا کہ کاندھلہ مولوی مظفر حسین کے پاس، اس کے پاس سامان تھا اور آپ خالی ہاتھ تھے۔ آپ نے اس سے سامان لے کر اپنے سر پر رکھ لیا کاندھلہ آکر جب اسے معلوم ہوا کہ یہی مولوی صاحب ہیں تو بہت پشیمان ہوا، آپ نے فرمایا اس میں حرج کیا تھا، میں خالی ہاتھ تھا اور تم بوجھ لئے ہوئے آرہے تھے۔

(۴۷) غلہ کو کرتہ میں لیجا کر ہمسایوں کا سودا لانا:

آپ بہت زیادہ منکسر المزاج تھے ہر ایک کام خود کیا کرتے تھے بلکہ دوسروں کا کام بھی کیا کرتے تھے، عادت شریفہ تھی کہ اشراق کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلا کرتے تھے اور جو گھر اپنے اقارب کے تھے ان میں تشریف لیجاتے۔ اگر کسی کو بازار سے کچھ منگوانا ہوتا تو پوچھ کر وہ لادیتے۔ پیسہ اس زمانہ میں کم تھا جو شے آتی تھی غلہ کی آتی تھی، آپ کبھی غلہ کرتے کے پلہ میں لیجاتے کبھی لنگی میں۔

(۴۸) حضرت مولانا کا وصال:

آپ نے چھ حج پیدل کئے جس میں ایک حج مولوی محمد یعقوب صاحب کے ساتھ اور ایک ہمراہ اہل وعیال، بعد میں مولوی محمد یعقوب صاحب کا خط آیا کہ تم یہاں چلے جاؤ، اس خط کو مولوی نورالحسن صاحب نے چھپا لیا جب آپ کو معلوم ہوا تو فوراً روانہ بیت اللہ ہوئے، یہ روانگی ۲۳ جمادی الثانی بروز شنبہ ۱۲۸۲ھ میں ہوئی۔ ابھی مکہ مکرمہ نہ پہنچے تھے کہ اسہال کا مرض لاحق ہو گیا۔ مکہ مکرمہ میں ایک مرتبہ حاجی امداد اللہ صاحب سے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ مدینہ منورہ میں میری موت آئے مگر بظاہر اب میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے، آپ مراقبہ کیجئے انہوں نے مراقبہ کے بعد فرمایا کہ نہیں آپ مدینہ منورہ پہنچ جائیں گے۔ کچھ روز کے بعد آپ اچھے ہو گئے، اور اگلے ہی روز مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔ مدینہ منورہ پہنچنے میں ابھی ایک منزل باقی تھی کہ آپ پھر بیمار ہو گئے اور دس محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۵ مئی ۱۸۶۶ء یوم جمعہ کو انتقال فرمایا اور نزدیک قبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے۔ کرتا، پائجامہ، لنگی، مشکیزہ، لوٹا آپ نے چھوڑا، حسب وصیت لوٹا اور مشکیزہ بیت المال میں

داخل کر دیا گیا اور انکی مریدوں میں تقسیم کر دی گئی، اور کرتا، پائجامہ صاحبزادوں کے پاس پہنچا دیا گیا۔

(۴۹) حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے واقعات:

حضرت فرماتے ہیں: افاضات یومیہ میں لکھا ہے کہ والد صاحب مرحوم نے چار نکاح کئے اس وقت عام دستور تھا، معافی مہر کا، اس لئے اس طرف کبھی التفات نہ ہوا مگر ایک بار دفعتہ تنبہ ہوا اور اس عام عادت پر قناعت نہ ہوئی اس بنا پر میرے حصہ پر شرعی مسئلہ کی رو سے جو رقم بیٹھتی تھی اس کو تقسیم کرنے کا انتظام کیا اس لئے کہ وہ جائیداد تو والد صاحب کی ہی ہم لوگوں کو پہنچی، اسی ترکہ میں وہ دَین مہر بھی ہونا چاہئے۔ اس لئے وہ فرائض نکلوائی صرف مناسخہ کی اُجرت میں مجھ کو چودہ روپے دینے پڑے اور تقریباً سال بھر کے عرصہ میں ورثاء کی تحقیق کی، کوئی مکہ معظمہ میں ہے کوئی مدینہ منورہ میں، کوئی بمبئی میں کوئی کلکتہ میں کوئی لاہور میں۔ غرض الحمدللہ بعد تحقیق کے سب کو رقمیں پہنچا دی گئیں، غالباً آٹھ سو روپے سے کچھ کم یا زیادہ میرے حصہ پر رقم بیٹھی جس میں سے صرف دو جگہ باقی ہیں جہاں ابھی تک رقمیں نہیں پہنچیں، بمبئی اور مکہ معظمہ (جو بعد میں وہاں بھی پہنچ گئیں) کے حصص میں، بعض بیچاروں کے حصہ پر ایک ہی پیسہ آیا۔ بعض کے حصہ پر دو ہی پیسے آئے۔ کاندھلہ میں بڑے بڑے معزز اور متمول لوگ ہیں۔ بعض کے حصہ میں قلیل پیسے آئے مگر میری درخواست پر کسی نے قبول کرنے سے انکار نہیں کیا۔ مجھ کو بڑی ہی مسرت ہوئی کہ انہوں نے قبول فرمالیا، حضرت شیخ الحدیث کے حصہ میں بھی دو پیسے آئے۔

(۵۰) بیت المال کی رقم:

ریاست بھاولپور کی طرف سے کسی موقع پر دوسرے علماء کے ساتھ حضرت والا کو بھی ڈیڑھ سو روپے بعنوان خلعت اور پچیس روپے بنام دعوت عطا کئے گئے اس وقت تو حضرت والا نے دوسرے علماء کے ساتھ اس رقم کو بخیالِ احترام رئیس قبول فرمالی۔ مگر بعد کو خلوت میں وزیر صاحب سے عذر کیا کہ یہ رقم بیت المال میں سے دی گئی ہے جس کا میں مصرف نہیں، اس لئے واپس لے لی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اب تو کاغذات میں اندراج بھی ہوگیا، واپس کی کوئی صورت نہیں، حضرت والا نے فرمایا کہ خیر اگر خزانہ میں واپس نہیں ہوسکتی تو اس رقم کو مقامی علماء و طلباء میں صرف کر دی جائے کیونکہ شرعاً بیت المال کے وہی مصرف قریب ہیں۔ (حکیم الامت معاصر کی نظر میں ص:۱۱۱)

(۵۱) چندہ کی واپسی:

کسی رئیس نے دو سو روپے خانقاہ کے مدرسہ امداد العلوم کے لئے بھیجے ساتھ ہی تشریف آوری کی درخواست بھی ہوئی، حضرت نے روپیہ واپس کر دیا اور لکھا کہ دونوں باتوں کے اقتران سے احتمال

ہوتا ہے کہ شاید مجھ کو متاثر کرنے کے لئے یہ رقم بھیجی گئی ہے۔

(۵۲) گنے کا محصول آگے کیا ہوگا:

ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور تشریف لے جارہے تھے کچھ گنے ساتھ تھے جن کو محصول ادا کرنے کی غرض سے اسٹیشن پر تلوانا چاہا۔ لیکن کسی نے نہ تولا بلکہ ازراہ عقیدت ریلوے کے غیر مسلم ملازمین نے بھی کہہ دیا کہ آپ یوں ہی لے جائیے ہم گارڈ سے کہدیں گے حضرت نے کہا گارڈ کہاں تک جائیگا؟ کہا غازی آباد تک، فرمایا غازی آباد سے آگے کیا ہوگا۔؟ کہا گیا کہ یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے کہدیگا، حضرت نے فرمایا، پھر آگے کیا ہوگا؟ کہا بس وہ کانپور تک لے جائے گا اور وہاں آپ کا سفر ختم ہو جائے گا۔ فرمایا نہیں۔ وہاں سفر ختم نہ ہوگا، آگے ایک اور سفر آخرت کا ہے وہاں کیا انتظام ہوگا، یہ سن کر سب دنگ رہ گئے اور بے حد متاثر ہوئے۔ (حکیم الامت معاصرین کی نظر میں ص:۱۱۱)

(۵۳) او بناز عجبے من بنیاز عجبے:

سب سے اعلیٰ و ارفع عملِ باطنی تو فنا عبدیت کی وہ کیفیت جو ہر وقت حضرت پر نہایت شدت کے ساتھ رہتی تھی اور جس سے متاثر ہو کر حضرت بارہا یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ میں تو اپنے آپ کو کتوں اور سوروں سے بھی بدتر سمجھتا ہوں اگر کسی کو یقین نہ ہو تو میں اس پر حلف اُٹھا سکتا ہوں۔ ایک بار ایک صاحب نے اپنے خط میں کسی مضمون کے ضمن میں یہ مصرع لکھدیا۔

"او بناز عجبے من بنیاز عجبے"

اس تحریر پر فرمایا کہ اس مصرع نے مجھے سر سے پاؤں تک ہلا دیا۔

(۵۴) اسٹیشن کی لالٹین:

ایک سفر میں کسی چھوٹے اسٹیشن پر بارش کی وجہ سے اسٹیشن ماسٹر نے حضرت کو گودام میں ٹھہرا دیا۔ جب رات ہوئی تو ریلوے کے کسی ملازم کو اس میں لالٹین جلانے کا حکم بھی دیدیا۔ حضرت کو شبہ ہوا کہ کہیں یہ ریلوے کمپنی کی لالٹین نہ ہو۔ لیکن اس خیال سے منع فرمانے میں بھی تامل ہوا کہ یہ ہندو ہے دل میں کہے گا کہ اسلام میں ایسی تنگی اور سختی ہے اسی کشمکش میں دل ہی دل میں دعا شروع فرمائی کہ اے اللہ! آپ ہی اس سے بچائیے اس کے بعد ہی بابو نے ملازم سے پکار کر کہا دیکھو اسٹیشن کی نہیں ہماری لالٹین جلانا۔ حضرت نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور فرمایا کہ اسٹیشن کی لالٹین تھوڑے ہی جلنے دیتا، اندھیرے میں ہی بیٹھا رہتا۔

(۵۵) حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی تسبیح:

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کے کسی خادم کے پاس حضرت حاجی صاحب کی ایک تسبیح

تھی جس کو انہوں نے حضرت والا کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ یہ جائز طریقہ سے ملی ہے؟ عرض کیا خود حاجی صاحب نے عنایت فرمائی تھی، مزید اطمینان کے لئے پھر دریافت فرمایا، مرض وفات میں یا اس سے پہلے عرض کیا وفات سے پہلے، تب حضرت نے اسے قبول فرمایا۔

(۵۶) میزانِ عدل:

عقد ثانی کے بعد اپنے کپڑے تک گھر کی بجائے خانقاہ میں اس لئے رکھتے کہ اگر ایک گھر میں رکھیں گے تو دوسرے کو شکایت ہوگی کہ ہمارے ساتھ اتنی خصوصیت نہیں، ہر چیز دونوں گھروں میں برابر تقسیم فرماتے جس کے لئے خانقاہ میں کانٹا لگا رکھا تھا جس کو خود میزان عدل فرمایا کرتے تھے۔

(۵۷) اشرف علی آیا ہے:

حضرت نے فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ جس وقت نابینا ہو گئے تھے تو میں کبھی ویسے ہی چپکے سے جا کر نہ بیٹھتا بلکہ جب آیا یہ کہد یا کہ اشرف علی آیا ہے اور جب چلنے لگا تو کہد یتا اشرف علی رخصت چاہتا ہے ویسے چپکے سے جا کے بیٹھنا تجسس کے مشابہ ہے تشبہ بالمتجسس بھی تجسس ہے، آنے جانے کی اطلاع سے یہ فائدہ تھا کہ شاید کوئی بات میرے سامنے فرمانا نہ چاہیں اور حضرت فرمانے لگیں"۔

(۵۸) رقیبوں کے ڈر سے محبوب کو نہیں چھوڑا جا سکتا:

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ اسحٰق صاحب کے شاگرد اجمیر میں رہا کرتے تھے اور وہاں وعظ کے ذریعے اشاعت دین کرتے تھے انہوں نے حدیث "لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ" کا وعظ کہنا شروع کیا اور لوگوں پر اثر بھی ہوا۔ اتفاق سے شاہ اسحٰق صاحب کا اس زمانہ میں قصد ہجرت ہو گیا۔ جب شاہ صاحب کے قصد ہجرت کی ان کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے شاہ صاحب کو لکھا کہ جناب جب عازمِ سفر ہجرت ہوں تو اجمیر تشریف نہ لائیں کیونکہ میں "لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ" کا وعظ کہہ رہا ہوں۔ لوگ راہ پر آ چلے ہیں آپ کی تشریف آوری سے جو کچھ اثر ہوا ہے اس کے عتربوت ہو جانے کا اندیشہ ہے، شاہ صاحب نے اسکے جواب میں لکھا۔

"میں اجمیر کے قصد سے نہ آؤں گا۔ لیکن چونکہ اجمیر راستہ میں پڑے گا، اور خواجہ صاحب ہمارے مشائخ میں ہیں اس لئے مجھ سے نہ ہو سکے گا کہ میں بلا حاضر ہوئے بالا بالا چلا آؤں۔ ہاں جب میں آؤں تم وعظ کہنا اور وعظ میں بیان کرنا کہ اسحٰق نے غلطی کی جو اجمیر آیا۔ اس کا فعل حجت نہیں اور میرے سامنے کہنا۔ اور یہ خیال نہ کرنا کہ شاید مجھے ناگواری ہو۔ مجھے ہرگز ناگوار نہ ہوگا۔ اور میں اقرار کر لوں گا کہ واقعی میں نے غلطی کی ہے اس سے وہ ضرر دفع ہو جائے گا جس کا تم کو اندیشہ ہے اور

شاہ صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ مجاور اور قبر پرست ہمارے رقیب ہیں رقیبوں کے ڈر سے محبوب کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

(۵۹) حضرت شہید رحمہ اللہ کے وعظ کا قصہ:

ایک مرتبہ حضرت اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ وعظ فرما رہے تھے، اثناء وعظ میں ایک شخص اُٹھا اور کہا مولوی صاحب ہم نے سُنا ہے کہ تم حرامی ہو۔ آپ نے نہایت متانت سے جواب دیا میاں تم نے غلط سُنا ہے میرے ماں باپ کے نکاح کے گواہ بڈھانہ، پھلت اور خود دلی میں ہنوز موجود ہیں اور یہ فرما کر پھر وعظ شروع کر دیا۔

حضرت تھانوی اس کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے طالبِ حق کو معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت مولانا شہید کی تیزی وغیرہ سب دین کے لئے تھی ورنہ ہیجان نفس کا اس سے بڑھ کر اور کونسا موقع ہو سکتا ہے۔ آپ بیتی میں حضرت مرشدنا شیخ الحدیث صاحب زادمجدہٗ مندرجہ بالا واقعہ تحریر فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ میرے حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ بھی اس نوع کا واقعہ پیش آچکا ہے۔ لیگ کانگریس کے ہنگاموں میں بہت سے نالائقوں نے اخباروں میں حضرت قدس سرہٗ کی سیادت سے انکار کر دیا۔ اخباروں میں تو جھوٹ سچ گالی گلوچ ہوتی ہی رہتی ہے مگر احمق نے حضرت قدس سرہٗ کو درس بخاری میں اس مضمون کا پرچہ دیدیا کہ اخبارات میں یہ شائع ہو رہا ہے حضرت نے سبق کے دوران ہی میں نہایت متانت سے فرمایا کہ میرے والدین کے نکاح کے گواہ ابھی تک ٹانڈہ اور فیض آباد وغیرہ کے نواح میں موجود ہیں۔ جس کا دل چاہے وہاں جا کر تحقیق کرلے، اور سبق شروع فرمادیا۔

(۶۰) واقعی مجھ سے غلطی ہوئی:

حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ العالی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اساتذہ کے اساتذہ کا معمول سُنا ہے کہ سبق پڑھانے کے دوران اگر کوئی طالب علم ایسا اشکال کرتا جس کا جواب سمجھ میں نہیں آیا تو دوران سبق میں اپنے اُستاد سے جا کر پوچھ آتے اور آ کر تقریر فرماتے، حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے ترجیح الراجح کا سلسلہ اسی لئے قائم کیا ہے کہ جس کو میری تصانیف میں غلطی معلوم ہو مجھے متنبہ کر دے تا کہ مجھے اگر اپنی غلطی کا اطمینان ہو جائے تو اس سے بالا علان کرلوں چنانچہ مجھ سے جہاں کہیں لغزش ہوئی ہے اس کا دل کھول کر بہت فراخدلی سے اقرار کیا ہے اور جہاں مجھے شرح صدر اپنی غلطی کا نہیں ہوا۔ وہاں دوسرے کا قول بھی نقل کر دیا ہے تا کہ جو قول جس کے جی کو لگے وہ اسی کو اختیار کرلے، میں نے ہمیشہ یہی کیا ہے خواہ مخواہ اپنی بات کو نبھایا نہیں۔ یہ برکت حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ کی ہے ویسے تو یہ خصلت اپنے سبھی اکابر میں تھی، لیکن جیسا رنگ مولانا محمد یعقوب صاحب میں اس صفت کا نمایاں تھا اور حضرات میں ایسا نہ تھا۔

دوران درس میں جہاں کسی مقام پر شرح صدر نہ ہوا جھٹ اپنے کسی ماتحت مدرس کے پاس کتاب لئے جا پہنچے۔ اور بے تکلف کہا کہ مولانا یہ مقام میری سمجھ میں نہیں آیا ذرا اس کی تقریر تو کر دیجئے۔

چنانچہ بعد تقریر کے واپس آ کر طلبہ کے سامنے اس کو دہراتے اور فرماتے کے مولانا نے اس مقام کی یہ تقریر کی ہے اور اسی طرح اگر کوئی طالب علم کسی مقام کی مولانا کی تقریر کے معارض تقریر کرتا اور وہ صحیح ہوتی تو اپنی تقریر سے فوراً درس میں ہی رجوع فرما لیتے اور صاف لفظوں میں فرماتے کہ مجھ سے غلطی ہوئی اور صرف ایک بار ہی نہیں بلکہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد رہ رہ کر جوش اُٹھتا اور بار بار فرماتے، ہاں واقعی مجھ سے غلطی ہوتی ہے، مولانا کو ایسی باتوں سے ذرا عار نہ آتی تھی۔[۱]

(۶۱) خواب میں حضور اقدس (ﷺ) کی زیارت:

اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ ایسا وظیفہ بتلا دیجئے کہ خواب میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے حضرت نے فرمایا کہ آپ کا بڑا حوصلہ ہے ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ روضہ شریف کے گنبد شریف ہی کی زیارت ہو جائے۔ اللہ اکبر کس قدر تواضع اور شکستگی کا غلبہ تھا۔ اس پر حضرت والا (حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ) نے فرمایا۔ یہ سن کر ہماری آنکھیں کھل گئیں"۔

حضرت کی عجیب شان تھی اس فن کے امام تھے۔ ہر بات میں شان محققیت وحکمت ٹپکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت کے خادموں میں سے کوئی بھی محروم نہیں رہا۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی خود یہ حالت تھی کہ اپنے ہر ہر خادم کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے آنے والوں کی قدموں کی زیارت کو اپنے لئے ذریعۂ نجات سمجھتا ہوں۔ حضرت پر شانِ عبدیت کا غلبہ رہتا تھا۔ وہ عبدیت ہی اس ارشاد کا منشا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ اپنی اہلیت کا اعتقاد نہ رکھے۔ باقی تمنا کی ممانعت نہیں۔

(افاضات یومیہ حصہ اول ص:۷۹)

(۶۲) آج سُوت کا کیا بھاؤ ہے:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ بانی دار العلوم دیوبند) کی شان عالمانہ تھی نہ درویشانہ بلکہ عاشقانہ شان تھی اور آپ کی مجلس دوستانہ ہوتی تھی۔ گاڑھے کے کپڑے پہنتے تھے، ایک مرتبہ دیوبند سے نانوتہ کو تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک جولاہے نے بوجہ سادگی کے ہم قوم سمجھ کر پوچھا کہ آج سوت کا کیا بھاؤ ہے۔ مولانا نے جواب دیا کہ بھائی آج بازار جانا نہیں ہوا۔ وہ جولاہا بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

(حسن العزیز ص:۱۵۲ جلد ۲)

---

[۱] ایسی ہی شان ہمارے مدرسہ مظاہر علوم کے ناظم استاذی حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کی تھی۔ آں مخدوم بھی دوران درس کی اپنی غلطی کا اعتراف بعد تنبہ اگلے درس میں بالاعلان فرماتے تھے۔ (احقر الیاس غفرلہٗ)

(۶۳) تواضع کی حد:

حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق سُنا ہے کہ ابتداء میں بہت ہی خوش پوشاک تھے مگر اخیر میں کھدر کی وجہ سے ایسا لباس ہو گیا تھا کہ دیکھنے والا مولوی بھی نہ سمجھتا تھا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ ایک جگہ ذکر محمود میں فرماتے ہیں کہ جیسا شباب میں لطافت مزاج کے سبب نفیس پوشاک مرغوب تھی، اب غلبۂ تواضع کے سبب اس قدر سادہ لباس اور جوتا اور ساری ہی وضع ایسی ہی اختیار فرمائی۔ جیسے مساکین کی وضع ہوتی ہے۔ وضع سے کوئی شخص یہ بھی گمان نہ کرسکتا تھا کہ آپ کو کسی قسم کا امتیاز مالی، جاہی علمی حاصل ہے حالانکہ۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری (النور ص:۳۹ ج:۲)

جب حضرت کا قرآن پاک ترجمہ پورا ہوا تو حضرت نے دیوبند میں سب علماء کو جمع کر کے (جو کہ حضرت کے تلامذہ اور خدام تھے) یہ فرمایا کہ بھائی میں نے قرآن پاک کا ترجمہ پورا تو کر دیا ہے لیکن سب ملکر اس کو دیکھ لو اگر پسند ہو تو شائع کر دو ورنہ رہنے دیا جائے۔ حضرت حکیم الامت اس واقعہ کو نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر اس تواضع کی بھی حد ہے"۔ (النور شعبان ص:۳۰)

(۶۴) یہی تو وقت تھا بیان کا:

ایک بار احقر (حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ) کی درخواست پر مدرسہ جامع العلوم کانپور کا جلسہ دستار بندی میں رونق افروز ہوئے اور احقر کے بیحد اصرار پر وعظ فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ جامع مسجد میں وعظ شروع ہوا۔ جناب لطف اللہ صاحب علی گڈھی بھی کانپور تشریف لائے ہوئے تھے، میرے عرض کرنے پر جلسہ میں تشریف لائے اس وقت ایک بہت بڑا اعالی مضمون بیان ہو رہا تھا جس میں معقول کا ایک خاص رنگ تھا ہم لوگ خوش ہوئے کہ ہمارے اکابر کی نسبت معقولات میں مہارت کم ہونے کا شبہ آج جاتا رہے گا اور سب دیکھ لیں گے کہ معقول کس کو کہتے ہیں۔ مولانا (شیخ الہند) کی جوں ہی مولانا علی گڈھی پر نظر پڑی فوراً وعظ بیچ میں سے قطع کر کے بیٹھ گئے، مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی بوجہ ہمدرد ہونے کے بے تکلف تھے، انہوں نے دوسرے وقت عرض کیا کہ یہ کیا کیا؟ یہی تو وقت تھا بیان کا، فرمایا کہ ہاں یہی خیال مجھ کو آیا تھا اس لئے قطع کر دیا کہ یہ تو اظہار علم کیلئے بیان ہوا نہ کہ اللہ کے واسطے"۔

(۶۵) آموں کی گٹھری سر پر:

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ اپنے مجمع میں خوش پوشاک، نازک مزاج، نازک بدن تھے اور حسین بھی ایسے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ "شہزادہ حسین" ان کی حکایت ہے کہ موضع املیا کے ایک شخص نے مولانا کی مع طالب علموں کے آموں کی دعوت کی، وہ گاؤں دیوبند سے تین کوس پر ہے، سواری بھی نہیں لایا، مولانا مع رفقاء کے پیدل گئے اور وہاں آم کھائے، جب چلنے لگے تو اس

نے بہت سے آم گھر لے جانے کے لئے دیئے اور بدتمیزی یہ کی کہ ان کو پہنچانے کے لئے بھی مزدور تک نہ دیا، بس سامنے لاکر رکھ دیئے کہ ان کو لیتے جائیے، مولانا کا حصہ بھی اوروں سے زیادہ ہی دیا گیا سب اپنے اپنے کپڑوں میں باندھ کر چلے، مولانا بھی بغل میں لے کر چلے۔ ایک طرف کی بغل دُکھ گئی تو دوسری طرف لے لیا، جگہ بھی دور، بار بار کروٹیں بدلتے تھے، یہاں تک جب دیوبند پہنچے تو ہاتھ بہت زیادہ تھک گئے، مولانا نے اس گٹھری کو سر پر رکھ لیا اور فرماتے ہیں کہ بھائی یہ ترکیب پہلے سے سمجھ میں نہ آئی، اس وقت یہ حالت تھی کہ مولانا کو دونوں طرف بازار میں سلام ہو رہے تھے اور مولانا جواب دیئے جاتے تھے، اس حالت میں مولانا کو ذرا بھی تغیر نہ تھا، سبحان اللہ کیا تواضع ہے، نفس تو ان حضرات میں تھا ہی نہیں۔ (حسن العزیز ص:۲۴۰ جلد۴)

(٦٦) مکتوب گرامی حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ:

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، حضرت شیخ الاسلام مدنی اور حضرت تھانوی نور اللہ مراقد ہما کے لیگ اور کانگریس کا اختلاف دیکھنے والے تو اب تک ہزاروں موجود ہیں اور بیسیوں رسائل اس سلسلہ کے شائع بھی ہو چکے۔ اس ناکارہ (حضرت شیخ) کا رسالہ الاعتدال بھی اسی سلسلہ کا ہے اسی سے اختلاف کی نوعیت معلوم ہو جائے گی، اس زمانہ میں جب حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ شوال ۳۳ھ میں حجاز مقدس تشریف لے گئے جس کے بعد مالٹا جانا پڑا، اس زمانہ کے دو مکتوب بھی حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ نے ذکرِ محمود میں نقل فرمائے ہیں جو النور میں شائع ہوئے ہیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) سراپا فضل و کمال شر فکم اللہ تعالیٰ وجعلکم فوق کثیر من الناس۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

"بارہا آپ کی خیریت معلوم ہونے کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور ایک دو دفعہ بعض آیندگان کی زبانی آپ کی خیریت معلوم بھی ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کو مع جملہ متعلقین خیریت سے رکھے، اس وقت ایک صاحب بنگالی مسمٰی عبدالمجید سے ملاقات ہوئی جو ہندوستان واپس ہو رہے ہیں اور جناب کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد رکھتے ہیں، یہ موقع غنیمت معلوم ہوا۔ اس لئے یہ عریضہ روانہ کرتا ہوں۔ بندہ مع رفقاء بحمد اللہ اس وقت بالکل خیریت اور اطمینان سے ہے شروع رجب میں مکہ مکرمہ حاضر ہو گیا تھا اس وقت تک یہیں حاضر ہوں مجھ کو امید ہے کہ فلاح و حسن خاتمہ کی دُعا سے اس دور افتادہ کو فراموش نہ فرمائیں گے، آئندہ قیام کی نسبت بھی کچھ عرض نہیں کر سکتا، مولوی شبیر علی صاحب، مولوی محمد ظفر صاحب، مولوی عبداللہ صاحب وغیرہ حضرات سے سلام مسنون فرما دیجئے، مولانا محمد یحییٰ صاحب، مولانا قمرالدین صاحب کی وفات سے افسوس برافسوس، انا للہ وانا الیہ راجعون. ورحمہما اللہ تعالیٰ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم. فقط بندہ محمود غفرلہٗ، مکہ معظمہ ۱۲ محرم چہار شنبہ

دوسرا مکتوب:

معدن حسنات وخیرات دام ظلکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ نامہ سامی موجب مسرت وامتنان ہوا جو ہوا کرمین ومخلصین کی ادعیہ مقبولہ کا ثمرہ ہے، ادام اللہ فیوضہم وبرکاتہم، احقر ورفقاء ومتعلقین بحمد اللہ خیریت سے ہیں۔ سب کا سلام مسنون قبول ہو۔

والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم

بندہ محمود غفرلہٗ از دیوبند دہم شوال، یکشنبہ

تلامذہ کے ساتھ اس طرح اختلاط وارتباط وانبساط رکھنا کہ دیکھنے والا کبھی نہ سمجھ سکے کہ یہ اس مجمع کے مخدوم ہیں۔ بعض خدام کے ساتھ جن میں کوئی خاص خصوصیت ہوتی۔ مثلاً مولانا کے کسی اُستاد یا بزرگ کی اولاد میں سے ہوتا یا عوام المسلمین کے نزدیک معظم ہوتا ونحو ذلک ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا جس سے اجنبی شخص کو شبہ ہو سکے خادم پر مخدوم ہونے کا، جب خدام کے ساتھ یہ معاملہ ہوتو مساوی یا بڑوں کے ساتھ معاملہ کا اسی سے موازنہ کرلیا جائے، کسی سے کسی خدمت کی فرمائش کرنے کی عادت نہ تھی بلکہ اکثر مہمانوں کے لئے کھانا مکان سے اپنے ہاتھ میں لاتے اور خود کھلاتے۔

(۶۷) میں پیرو کا غلام ہوں:

آپ بیتی میں حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں کہ مفتی محمود حسن صاحب نے بروایت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ایک واقعہ سنایا کہ جب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سفر حجاز کے لئے تشریف لے جارہے تھے اور وہاں سے گرفتار ہوکر مالٹا آگئے تھے اس وقت کی بات ہے کہ ہمارے مکان پر تشریف لائے، دادی صاحبہ (اہلیہ محترمہ حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ) کی خدمت میں عرض کیا کہ اماں جی! میں نے آپ کی کوئی خدمت نہیں کی بہت شرمندہ ہوں اب سفر میں جارہا ہوں، ذرا اپنا جوتا دیدیجئے، انہوں نے پس پردہ سے جوتا آگے بڑھا دیا، حضرت شیخ الہند نے اس کو اپنے سر پر رکھا اور روتے رہے کہ میری کوتاہیوں کو معاف کردیجئے۔ یہ دوسرا واقعہ بھی بروایت مولانا محمد طیب صاحب مفتی صاحب نے سنایا کہ ایک مرتبہ مغرب سے کچھ پہلے کا وقت تھا، نماز کے لئے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے سب لوگ اُٹھ کر چلے، میرے برادرِ خورد مولوی طاہر مرحوم سے فرمایا کہ وضو کرلو، وہ ذرا ہچکچائے کہ حضرت میرے واسطے لوٹا لائے اس پر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ میں پیرو کا غلام ہوں۔ (پیرو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے ہاں ملازمہ تھی)۔

(۶۸) اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب نور اللہ مرقدہٗ:

شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کی پوری زندگی تواضع وانکسار کی تھی، ہمارے جملہ اکابر میں اعلیٰ حضرت کی تواضع ضرب المثل تھی۔ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ ایک مرتبہ اعلیٰ

حضرت کی حیات میں رائے پور تشریف لے گئے تو ارشاد فرمایا کہ اللہ اکبر اس باغ کے درختوں کے پتہ پتہ سے تواضع ٹپک رہی ہے۔

علی میاں، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ فرمایا کہ میں اپنے حضرت کی تعریف اس لئے نہیں کرتا کہ اس میں بھی اپنی ہی تعریف نکلتی ہے ورنہ ہمارے حضرت تصوّف کے امام تھے، اور تو کچھ نہیں عرض کرتا البتہ اتنا جانتا ہوں کہ چودہ سال حضرت کی خدمت میں رہا، اس طویل مدّت میں کبھی ایک کلمہ بھی حضرت کی زبانِ مبارک سے نہیں سُنا جس میں اپنی تعریف کی بو بھی آتی ہو، حب جاہ ایسی چیز ہے جو سب سے آخر میں سالکین کے قلوب سے نکلتی ہے جب سالک صدیقین کے مقام تک پہنچتا ہے تب اس سے پیچھا چھوٹتا ہے یہ بات میں نے اپنے حضرت میں خوب اچھی طرح سے دیکھی کہ حب جاہ کا وہاں سر کٹا ہوا تھا۔ (سوانح قادری ص:۲۳۴)

(۶۹) طبیب نے زہر دیدیا:

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الخلیل میں اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک نادان طبیب نے غلطی سے زہر دیدیا۔ فوراً آپ کو قے ہوگئی اور مرض ترقی کرگیا۔ ڈاکٹری تشخیص سے پتہ چلا کہ چند منٹ قے نہ ہوتی تو جانبری محال تھی، حضرت رحمہ اللہ سے جس کو ذرا بھی تعلق تھا وہ حکیم صاحب پر آنکھیں نکالتا اور ان کی صورت سے بیزار ہوگیا۔ مگر آپ کو حکیم صاحب کی ندامت اور اپنے خدام کی ان سے یہ وحشت ایک مستقل تکلیف بن گئی کہ وہ بھی کتمان اور ضبط میں رہی جس کا اثر یہ تھا کہ حکیم صاحب تشریف لاتے تو آپ ان کو سب سے الگ اپنے پاس چارپائی پر بٹھاتے اور کسی کی بھی دوا کا استعمال ہو مگر حکیم صاحب سے مشورہ لیا کرتے تھے اور وہ اس کو مناسبِ مرض بتاتے تو آپ استعمال فرماتے، ورنہ ان سے ایسی ہی باتیں کرتے جس سے ان کو یقین ہو جاتا کہ حضرت میرے معالجہ کے معتقد اور میری حذاقت و مزاج شناسی کے معترف ہیں، اور مخلص خدّام سے ایک مرتبہ نرم لہجہ میں اس طرح فرمایا کہ حکیم صاحب تو میرے محسن ہیں، غلطی تو ہر بشر کے ساتھ لگی ہوئی ہے مگر جو کچھ کیا وہ محبت و شفقت ہی کی نیت سے کیا۔ ان کو کوئی ترچھی نظر سے دیکھتا ہے تو میرے دل پر برچھی لگتی ہے، فاعل مختار بجز اللہ تعالیٰ مولائے کریم کے کوئی نہیں جو ہوا وہ اس کی مشیت سے ہوا پھر کسی کو کیا حق ہے کہ آلہ واوزار کو سرزنش کرے۔

(۷۰) خادم تو ایسی راحت میں اور مخدوم زادہ معمولی جگہ میں:

آخری سفرِ حج میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ سو سے زائد کا مجمع ہوگیا تھا۔ بمبئی پہنچے تو سب رفقاء کا ٹکٹ موجودہ جہاز سے ملنا مشکل تھا۔ حضرت اور حضرت کے اہل وعیال و رفقاء کو مل سکتا تھا۔ مگر حضرت نے جملہ رفقاء کے بغیر قبول نہیں فرمایا۔ اور جن کو عجلت تھی ان کو اس جہاز سے بھیجدیا اور خود

پندرہ دن تک دوسرے جہاز کے انتظار میں بمبئی تشریف فرما رہے۔ اس موقع پر بہت سے لوگوں نے حضرت قدس سرہٗ پر اصرار بھی کیا کہ حضرت باقی رفقاء دوسرے جہاز سے آتے رہیں گے مگر حضرت نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ان ساتھیوں کو رنج ہوگا۔

مکہ مکرمہ پہنچ کر مکی احباب نے ایک بہت نفیس مکان حضرت اور حضرت کے رفقاء کے لئے کرایہ پر لے رکھا تھا۔ اور خدام نے حضرت کے کمرہ کو بہت ہی راحت کا بنا رکھا تھا۔ بعض مکی خدام نے بہت عمدہ مسہری اور نفیس تکیئے، گدے حضرت کے کمرہ کے لئے مہیا کر رکھے تھے کہ بعد میں حضرت صاحبزادہ حکیم مسعود احمد صاحب خلف الرشید حضرت قطب ارشاد گنگوہی نور اللہ مرقدہ حج کے لئے پہنچ گئے، حکیم صاحب کے پہنچنے پر حضرت رائپوری قدس سرہٗ نے اپنا کمرہ سجا سجایا مع سامانِ راحت کے حضرت حکیم صاحب کی نذر کر دیا اور فرمایا کہ مجھ فقیر کے لئے تو جہاں بھی بیٹھ جاؤں گا راحت ہی راحت ہے۔ خدام کے ہوتے ہوئے حضرت حکیم صاحب کو تکلیف ہو یہ تو بہت ناموزوں ہے۔ حتیٰ کہ میرے حضرت مرشدی سہارنپوری رحمہ اللہ نے بھی جو بعد میں مکہ پہنچے تھے اس پر نکیر فرمائی سارا سامان لوگوں نے آپ کی راحت کے لئے دیا تھا مگر حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ نے یہی ارشاد فرمایا کہ حضرت مجھ سے دیکھا نہ گیا کہ خادم تو ایسی راحت میں رہے اور مخدوم زادہ معمولی جگہ قیام کرے۔

حضرت رائپوری قدس سرہٗ کے لئے تو خدام نے اس کا بدل کر ہی دیا مگر حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کا عمل ہم نالائقوں کے لئے قابل رشک ہی ہو سکتا ہے۔

(۱۷) حضرت کا اپنے مہمان کے پاؤں دبانا:

ایک مرتبہ مولوی وہاج الدین صاحب جو کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے بیعت تھے رائپور آئے۔ رات زیادہ جا چکی تھی اور سفر کا تکان بہت تھا۔ ایک طرف لیٹ کر سو گئے۔ ذرا دیر بعد دیکھا کہ ایک شخص پائنتی کی طرف بیٹھا ہوا آہستہ آہستہ ان کے پاؤں دبا رہا ہے مگر اس احتیاط سے کہ آنکھ نہ کھل جائے، اول تو سمجھے کہ شاید حضرت نے کسی خادم کو بھیجدیا مگر پھر غور کی نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ یہ خود حضرت مولانا ہیں یہ گھبرا کر اُٹھے اور کود کر چارپائی کے نیچے آئے کہ حضرت یہ کیا غضب کیا۔ فرمایا بھائی اس میں حرج کیا ہے آپ کو تکان بہت ہو گیا ہوگا۔ ذرا لیٹ جایئے کہ آرام مل جائے۔ انہوں نے کہا کہ بس حضرت معاف فرمایئے، میں باز آیا ایسے آرام سے کہ آپ سے پاؤں دبواؤں۔

تواضع اور مروت گر کوئی شخص مجسم ہو
تو وہ سرتا قدم عبدالرحیمؒ باصفا ہوگا

(۷۲) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہٗ:

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے دیکھنے والے تو ابھی تک ہزاروں ہیں، تواضع میں اپنے شیخ قدس سرہٗ کا نمونہ تھے اس غایت تواضع ہی کا ثمرہ تھا کہ ابتداء بیعت میں باوجود اعلیٰ حضرت رائپوری کے مشورہ کے کہ گنگوہ میں قطب عالم سے بیعت ہوں حضرت رائپوری نے یہ فیصلہ کیا کہ میں اتنی اونچی دربار کے قابل نہیں۔ اس کی تفصیل سوانح حضرت رائے پوری مؤلفہ مولانا علی میاں میں ذکر کی گئی ہے۔ جس میں اعلیٰ حضرت رائپوری کے مشورہ پر جو جواب حضرت رائپوری نے دیا وہ یہ تھا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو جو کچھ ملا حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے ملا مگر میرا رجحان آپ کی طرف ہے میری طرف سے اگر مہمانداری کی فکر ہے تو میرے حقوق حضرت کے ذمہ نہیں ہیں میں اپنے قیام وطعام کا خود ذمہ دار ہوں۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب یہ خط دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ لوگوں کو یہ خط دکھایا اور فرمایا دیکھو یہ ہیں طالب۔ (سوانح رائپوری ص:۵۹)

(۷۳) بدن پر کمری والا خادم:

حضرت رائپوری قدس سرہٗ ایک دفعہ تھانہ بھون حاضر ہوئے تو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں تو رائپور حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں آپ مجھے یاد نہیں، فرمایا حضرت! میں آپ کو کیا یاد رہ سکتا تھا میری وہاں کوئی حیثیت اور امتیاز نہیں تھا شاید آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت کی خدمت میں ایک خادم بار بار آتا تھا بدن پر ایک کمری ہوتی تھی اور تہبند باندھے ہوئے فرمایا ہاں کچھ یاد تو آتا ہے فرمایا ہاں میں وہی ہوں۔ (سوانح قادری ص:۴۹)

(۷۴) شیخ کے کپڑوں کا استعمال:

حضرت اپنی انتہائی تواضع ہی کی وجہ سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی نگاہوں میں بڑھتے چلے گئے اور ساری خصوصی خدمات اعلیٰ حضرت کی حضرت رائپوری کی طرف منتقل ہوتی چلی گئیں۔ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب قدس سرہٗ نے اپنے کپڑے بھی حضرت رائپوری کو ہبہ کر دیئے تھے کہ اپنی ملک میں کچھ نہ رہے لیکن غایت تواضع سے حضرت اپنے شیخ کے کپڑوں کو استعمال نہیں کرتے تھے اور چونکہ امامت بھی حضرت ہی کے سپرد تھی۔ اس کا ایک قصہ خود بیان فرمایا کہ میں ایک دفعہ نہر پر کپڑے دھونے گیا۔ ایک جوڑا کپڑوں کا تھا اسی کو دھو سکھا کر پہن لیتا اس دن سوکھنے میں ذرا دیر ہوگئی۔ جمعہ کا وقت ہوگیا۔ جمعہ میں ہی پڑھایا کرتا تھا حضرت میرے انتظار میں تھے جب حاضر ہوا فرمایا مولانا کہاں رہ گئے تھے۔ میں نے سکوت کیا، دوبارہ پھر دریافت فرمایا میں نے پھر سکوت کیا۔ بار بار اصرار سے دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ حضرت! کپڑے نہیں سوکھے تھے اس لئے حاضری میں دیر ہوگئی۔ حضرت نے غصہ سے فرمایا آپ کے پاس میرے کپڑے موجود نہیں۔ ان کو کیوں نہیں استعمال کرتے کیا ان کو آگ لگانا

ہے، مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے اس کے باوجود کبھی حضرت کے کپڑے پہننے کی جرأت نہیں ہوئی۔
(سوانح قادری ص:۷۱)

(۷۵) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ:

اعلیٰ حضرت رائپوری نے قولاً فعلاً اشارۃً حضرت رائے پوری ثانی کو جانشین بنا رکھا تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے وصال کے بعد کئی سال تک حضرت رائپوری ثانی رحمہ اللہ نے رائپور کا قیام اختیار نہیں فرمایا تھا، زیادہ پنجاب کے اسفار اور مکان پر رہتے تھے۔ اور جب رائپور کی زیارت کا اشتیاق غالب ہوتا تو بہٹ جناب الحاج شاہ زاہد حسین صاحب مرحوم کے مکان پر چند روز قیام کرتے اور شاہ صاحب کی گاڑی میں اور کبھی پیدل روزانہ جاتے اور واپس آجاتے کہ کسی کو یہ واہمہ نہ ہو کہ مولانا اپنے کو گدی نشین سمجھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنے وصال کے قریب چوہدری صدیق صاحب کو ان کی زمین میں جو خانقاہ کے متصل تھی ایک مکان بنا دینے کو کہا تھا، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے وصال کے بعد جب چوہدری صاحب نے حسبِ وصیت مکان بنانے کا ارادہ کیا تو مولانا نے فرمایا کہ میرے لئے مکان کی ضرورت نہیں، میرے لئے تو صرف ایک چھپڑ ڈال دیجئے۔ مگر چوہدری صاحب کو اعلیٰ حضرت کی وصیت تھی۔ اس لئے مولانا کے ایک سفر کو غنیمت جان کر ایک پختہ دالان ایک سہ دری اس کے اندر ایک کوٹھا اور دونوں جانب ایک ایک حجرہ تعمیر کرادیا جو اب تک حضرت رائپوری کی خانقاہ کے نام سے مشہور ہے۔

(۷۶) حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی مجلس میں:

آپ بیتی میں حضرت شیخ الحدیث صاحب زادمجدہ تحریر فرماتے ہیں کہ ۴۵ھ کے سفر حج میں جب کہ اعلیٰ حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کا قیام بھی مدینہ پاک میں تھا۔ حضرت رائپوری قدس سرہٗ کا باوجود شیخ المشائخ ہونے کے حضرت سہارنپوری کی خدمت میں دوزانوں مؤدبانہ خادمانہ بیٹھنا تو مجھے خود یاد ہے۔ ہم خدام سے اتنا ادب نہیں ہوتا جتنا حضرت رائپوری رحمہ اللہ کیا کرتے تھے جس کو دیکھ کر رشک آتا تھا اور حضرت رائپوری کو یہ قلق رہتا تھا کہ ان کے متعلقین حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی خدمت میں اس وقت اہتمام سے کیوں نہیں حاضر ہوئے۔

(۷۷) حضرت تھانوی رحمہ اللہ میرے بھی شیخ ہیں:

ایک مرتبہ کوئی شخص تھانہ بھون سے ناراض ہو کر آئے تھے اور حضرت کے سامنے بے ادبی سے وہاں کا تذکرہ کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ میرے بھی شیخ ہیں۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ (سوانح قادری ص:۳۰۵)

(۷۸) حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت:

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ محبت وعقیدت، احترام واعتقاد کا جو غیر معمولی معاملہ تھا وہ دنیا پر روشن ہے جس مجلس میں مولانا کا کوئی ناقد یا مخالف ہوتا وہاں اور زیادہ جوش کے ساتھ ان کے فضائل ومناقب بیان کرتے اور ان کے خلوص ومقبولیت کا اعلان فرماتے۔ ایک مرتبہ بعض آنے والوں نے مولانا کے سیاسی مسلک اور ان کے سیاسی انہاک پر اعتراض کیا تو فرمایا کہ اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو میں ان کے سفروں میں خادم کی طرح ان کے ساتھ رہتا اور ان کی ادنیٰ ادنیٰ خدمتیں انجام دیتا۔ (سوانح رائپوری ص:۳۰۶)

(۷۹) حضرت دہلوی رحمہ اللہ سے عقیدت:

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کاندھلوی بانی جماعت تبلیغ کے حضرت بہت معتقد تھے کبھی حضرت دہلوی کے سوا اور طرح کا نام نہیں لیا اپنے خدام کو بہت تاکید اور اہتمام کے ساتھ حضرت کی خدمت میں بھیجتے رہتے تھے اور خود بھی بڑے اہتمام کے ساتھ نظام الدین تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز قیام فرماتے۔

(۸۰) مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں:

راولپنڈی میں ایک مرتبہ قریشی صاحب کی کوٹھی پر چمن میں عصر کے بعد بڑی وسیع مجلس تھی۔ بعض اعلیٰ عہدیدار، ممتاز علماء اور عمائد شہر جمع تھے۔ پروفیسر عبد الغنی صاحب جے پوری نے (غالباً اس خیال سے کہ حضرت کچھ ارشاد فرمائیں گے اور لوگ مستفید ہونگے) سوال کیا کہ حضرت صبر کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت نے بڑی بے تکلفی سے مولانا علی میاں صاحب کی طرف اشارہ کیا کہ مجھے تو معلوم نہیں اُن سے پوچھو۔ میں نے اپنے نزدیک کسر نفسی اور تواضع سے کام لیتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو اس کے لغوی معنی کے سوا کچھ معلوم نہیں۔ نہایت سادگی اور اطمینان سے فرمایا کہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں۔ مجلس پر سناٹا چھا گیا۔ حضرت کو اس کا احساس نہیں معلوم ہوتا تھا کہ مجلس کے خواص حضرت کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے، جن کو علماء اور عمائد کے ایک بڑے گروہ نے اپنا شیخ ومربی تسلیم کر رکھا ہے۔

(۸۱) یہ حضرت شیخ مدظلہٗ کو سنانا:

ایک مرتبہ آزاد صاحب نے حضرت کو مخاطب کر کے ایک غزل کہی جس کا مقطع تھا۔

یہ کیا ستم ہے آزاد تیرے ہوتے ہوئے	ہے میکدہ میں بھی اور تشنہ کام ہے ساقی

یہ شعر سن کر فرمایا، بھائی میرے پاس تو پانی بھی نہیں یہ شعر تو حضرت شیخ الحدیث صاحب کو سنانا۔

(۸۲) حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی سے تعلق:

حضرت مولانا علی میاں صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اگرچہ عمر میں حضرت سے بہت چھوٹے ہیں اور ان کی طالب علمی اور ترقی باطنی کے سب مراحل حضرت کے سامنے ہی گزرے لیکن ان کی خداداد صلاحیتوں فطری جواہر اور علو استعداد کی بناء پر حضرت کا تعلق ان سے نہ صرف انس ومحبت کا بلکہ احترام وعقیدت کا تھا۔ جن لوگوں نے حضرت کا برتاؤ ان سے (شیخ مدظلہٗ) سے دیکھا ہے ان کے لئے سمجھنا مشکل تھا کہ یہ برتاؤ محض ایک عالم اور محدث کے ساتھ ہے جو عمر میں بہت چھوٹا ہے یا کسی شیخ معمر بزرگ کے ساتھ، حضرت ان کے متعلق ہمیشہ بڑے بلند کلمات فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی نسبت حضرت شیخ الحدیث کی طرف منتقل ہوگئی ہے۔ اور علی میاں تحریر فرماتے ہیں کہ اخیر تک اکثر رجوع ہونے والوں کو بالخصوص اہل علم کو حضرت شیخ الحدیث سے بیعت ہونے کا مشورہ دیتے تھے۔ کبھی کبھی شیخ کے بعض مریدین وخدام سے فرمایا کہ شیخ الحدیث صاحب میرے بھی شیخ ہیں۔ پاکستان کا سفر ذرا طویل ہوتا تو شیخ سے ملنے کا تقاضا شدت سے پیدا ہوتا اور یہی گویا واپسی کی دلیل ہوتی۔ فرماتے کہ اب ہمیں نہ روکو۔ شیخ بہت یاد آتے ہیں۔

(۸۳) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہٗ کے واقعات:

دھوبی کے کپڑے:

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ساری زندگی کو دیکھنے والے تو اب تک کثرت سے موجود ہیں، ان کے لباس یا طرزِ معاشرت سے کوئی ان کو مولوی بھی نہیں سمجھتا تھا کپڑے زیادہ تر میل خورہ پہنتے تھے، جناب الحاج شاہ زاھد حسین صاحب رئیس بہٹ کے یہاں میرے حضرت قدس سرہٗ (مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ) کے کپڑے دُھلا کرتے تھے اور ہر ہفتہ شنبہ کو ان کا آدمی آکر دھوبی کے گھر سے کپڑے دے جاتا تھا اور جمعہ کو اُتارے ہوئے کپڑے لے جاتا تھا، میں اکثر خیال کیا کرتا تھا کہ دُھلے ہوئے کپڑوں میں سلوٹوں کے سوا کوئی فرق نہ ہوتا تھا کہ پائجامہ پر خدام کے دبانے کی وجہ سے کچھ سلوٹیں پیدا ہوجاتی تھیں، شاہ صاحب نے کئی دفعہ والد صاحب پر اصرار کیا کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ ساتھ آپ بھی اپنے کپڑے بھیجدیا کریں۔ انہوں نے فرمایا میرے کپڑے ایسے ہوتے ہی نہیں کہ دھوبی کے یہاں دھلیں۔ بہت کم دھوبی کے یہاں دُھلوانے کی ضرورت پیش آتی تھی، ورنہ کوئی خادم یا میری والدہ نور اللہ مرقدہا پانی میں کھنگال کر سکھا دیتی تھیں جو اگلے جمعہ کو میرے والد صاحب پہن لیتے تھے حالانکہ حضرت قدس سرہٗ پیدائش سے ہی بہت ذکی الحس تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میری والدہ کے دودھ نہ تھا۔ اس لئے مجھے دایا نے دودھ پلایا۔ لیکن اگر روزانہ وہ غسل کرکے اور خوشبو لگا کر دودھ نہ

پلاتی تو میں دودھ نہ پیتا تھا۔ دو برس کی عمر میں جب دودھ چھوٹا تو اس وقت پاؤ پارہ حفظ تھا۔ یہ روایت اپنی والدہ ماجدہ۔ (حضرت شیخ کی دادی صاحبہ) سے نقل فرمائی۔

(۸۴) پھوپا[1] مولانا رضی الحسن صاحب کے کپڑے:

میرے پھوپا مولانا رضی الحسن صاحب کی زندگی رئیسانہ تھی۔ وہ گرمی اور سردی کے لئے کئی کئی اچکن بنوایا کرتے تھے اور میرے والد صاحب کے کاندھلہ جانے پر ایک دو اچکن گرمی سردی کے ساتھ کر دیتے وہی میرے والد صاحب کے ساتھ رہتے تھے۔ اپنے لئے اچکن سلوانا میرے علم میں نہیں چونکہ دونوں کا جسم ایک ساتھ اس لئے وہ کرتے پائجامے بھی ایک دو ساتھ کر دیتے تھے کیونکہ بے تکلفی تھی اور بچپن کا تعلق تھا۔ کاندھلہ میں بھی ساتھ پڑھے۔ گنگوہ میں بھی ساتھ رہے اس لئے والد صاحب کو بھی ان کے کپڑے پہن لینے میں تکلف نہیں ہوتا تھا۔

(۸۵) کھانے کا کچونڈا:

گنگوہ کے قیام میں بھی اور سہارنپور کے صدر مدرسی کے دور میں بھی کھانے کے وقت مخصوص خدام اور مخصوص احباب اپنے اپنے گھر سے اپنا اپنا کھانا لا کر شریک ہو جاتے تھے اور کھانے کے وقت سب جگہ کے سالنوں کو ایک بڑے طباق میں یکجا ملا لیتے تھے اس میں شوربہ بھی ہوتا، دال بھی ہوتی، ساگ بھی، بھوجی (سبزی) بھی، سردی میں ان سب کو ملا کر انگیٹھی پر رکھ کر چند منٹ گرم کر لیتے تھے اور سب مل کر اسی طباق سے مشترک کھاتے تھے۔ میرے اُستاذ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب سابق ناظم مظاہر العلوم سہارنپور بھی اکثر کھانے کے وقت اپنے گھر سے کھانا لے کر آجاتے تھے۔

ناظم صاحب کے مزاج میں نفاست، نزاکت بہت تھی، مگر میرے والد صاحب سے تعلق بھی بہت تھا وہ بھی اسی کچونڈے کو رغبت سے کھاتے تھے مجھے یاد نہیں کہ والد صاحب نے گھر میں اپنے لئے کسی چیز کے پکانے کی فرمائش کی ہو۔

(۸۶) تمہیں بھی کچھ بھاوے:

تذکرۃ الرشید میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے یہاں کہیں سے خمیری روٹی اور قورمہ آیا نوش فرما کر خانقاہ تشریف لائے اور میرے والد نور اللہ مرقدہٗ سے دریافت فرمایا میاں مولوی یحییٰ تمہیں بھی کچھ بھاوے؟

انہوں نے عرض کیا حضرت! ایک ارھر کی دال تو بھاتی نہیں باقی جو کچھ ملے پسند ہے۔

آپ نے بیساختہ یہ شعر پڑھا۔

کیا کہوں جرأت کہ کچھ بھاتا نہیں ۔۔۔ کچھ تو بھایا ہے جو کچھ بھاتا نہیں

[1] مولانا اکرام الحسن صاحب رحمہ اللہ کے والد اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہٗ کے دادا، ۱۲، ناشر

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق حضرت مولانا علی میاں صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ناکارہ آخری بار ۲۵ نومبر کو یعنی وفات سے صرف گیارہ روز پہلے حاضر ہوا۔ سخت تکلیف اور بے حد ضعیف تھے یہ وہی دن تھا جس دن ڈاکٹر صاحب (سہارنپور کے مشہور اور بڑے قابل معالج ڈاکٹر برکت علی مرحوم ناشر محمد الیاس غفرلہٗ) نے تفصیلی معائنہ کر کے یہ کہا تھا کہ مولانا صرف اپنی قوت ارادی سے زندہ ہیں اور ہمارا فن اس علالت کے سامنے ناکام ہے۔ اس روز بھی مولانا نے ظہر کی نماز کھڑے ہو کر اور باہر آ کر جماعت کے ساتھ ادا کی۔

مولانا مقصود علی خاں صاحب سنبھلی مدرس مدرسہ تعلیم الدین آنند ضلع کھیرا فرماتے ہیں کہ سلسلہ گفتگو میں حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں جب کراچی جیل سے رہا ہو کر آیا تو بنگالی کونسل کے ایک ممبر نے مجھ سے کہا کہ چالیس ہزار روپے نقد اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں پانچ سو روپے ماہوار کی پروفیسری آپ کے لئے ہے اس کو قبول فرمائیں، کہا کہ کام کیا کرنا ہے؟ ممبر صاحب نے فرمایا کچھ نہیں صرف تحریکات میں خاموش رہیں میں نے کہا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ جس راستے پر لگا گئے ہیں میں اس سے نہیں ہٹ سکتا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو سنانے کے بعد حاضرین کو نصیحت فرمائی کہ آپ صاحبان اس کام میں لگے رہیں۔

نوٹ: (۱) نظر انداز نہ ہونا چاہئے کہ یہ ۲۳ء کی بات ہے اس وقت حضرت کے لئے ملازمت کا کوئی سلسلہ نہیں تھا۔ کچھ عرصہ بعد سلہٹ تشریف لے گئے تو مشاہرہ تقریباً ڈیڑھ سو روپے تھا۔

نوٹ: (۲) ۲۳ء شمسی چالیس ہزار روپے کی حیثیت آج کل کے حساب سے کئی لاکھ روپے بنتی ہے۔

مولانا اسماعیل صاحب سنبھلی جو حضرت شیخ الاسلام کی خلافت سے بھی مشرف ہیں۔ اس مشہور قصہ کے راوی ہیں کہ ایک مرتبہ ٹرین میں حضرت والا فرسٹ کلاس میں سفر کر رہے تھے۔ ایک ہندو صاحب بہادر بھی اس ڈبہ میں سوار تھے۔ وہ قضا حاجت کے لئے پاخانہ میں گئے اور فوراً واپس آ گئے۔ حضرت شیخ نے بھانپ لیا تھوڑی دیر کے بعد خاموشی سے اٹھے پاخانہ میں گئے وہ نہایت ہی گندہ ہو رہا تھا اس کو صاف کیا پھر واپس تشریف لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد صاحب بہادر سے دریافت فرمایا کہ آپ پاخانہ سے کیوں واپس آ گئے تھے؟ صاحب بہادر نے جواب دیا کہ وہ بہت گندہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ تو صاف ہے جا کر ملاحظہ فرمائیں، صاحب بہادر بے حد متاثر ہوئے۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر)

(۸۷) حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہٗ کی تواضع:

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مخدوم و محترم حضرت مولانا سید ابو الحسن علی میاں ندوی دامت برکاتہم (رحمہ اللہ) لکھتے ہیں کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں بہت بڑے شیوخ

طریقت میں سے تھے، قوت نسبت باطنی ادراک اور روشن ضمیری میں اس زمانہ میں ان کی نظیر مشکل سے مل سکتی تھی۔ (سوانح رائپوری)

وفات کے بعد ان کی قبر سے چالیس روز تک کستوری کے مثل عجیب خوشبو کا آتے رہنا لاہور کے سب عام و خاص کو معلوم ہے۔ راقم الحروف (محمد اقبال) بھی کئی روز تک وہ خوشبو سونگھتا رہا۔

مولانا علی میاں صاحب حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے شاگرد بھی ہیں اور ابتداء میں باطنی تربیت اور فیوض بھی ان سے حاصل کئے اور ان کی طرف سے مجاز بیعت بھی ہوئے۔ مولانا کی پہلی بیعت حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے شیخ حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔

جب مودودی صاحب کی جماعت اسلامی بنی تو ان کے افکار سے مناسبت کی بناء پر مولانا علی میاں کا بھی جماعت سے تعلق ہو گیا۔ پھر جماعت کو جب قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو حقیقت واضح ہو جانے پر جلدی ہی جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی۔

اس زمانہ میں ایک دفعہ مولانا علی میاں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی ملاقات کو تشریف لے گئے۔ بندہ راقم الحروف بھی ساتھ تھا حضرت لاہوری رحمہ اللہ ہم کو اپنے خاص حجرہ میں لئے گئے۔ چائے پلائی پھر فرمایا کہ ایک خاص بات کرنی ہے توجہ سے سنو، حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے ہجویری رحمہ اللہ المعروف داتا گنج بخش صاحب قدس سرہٗ سے مراقبہ میں اپنی بات چیت جو کہ فارسی زبان میں ہوئی تھی اور ان کی قبر کی تعین کا قصہ سنایا جو کہ کئی سال بعد خدام الدین کے پرچہ میں شائع بھی ہو گیا تھا۔ اس کے بعد مولانا علی میاں سے پوچھا کہ تاریخی لحاظ سے اس بارے میں آپ کی کیا معلومات ہیں؟ علی میاں نے عرض کیا کہ تاریخی لحاظ سے آپ کے مکاشفہ کی پوری تائید ہوتی ہے اور قبر کی تعین کے متعلق تفصیل عرض کی۔

حضرت نے فرمایا کہ میں نے یہ واقعہ اس واسطے سنایا کہ اس قسم کا ادراک مجھے عام طور پر ہو جاتا ہے اور میری حیثیت حضرت مدنی رحمہ اللہ اور حضرت رائپوری رحمہ اللہ کے سامنے ایسی ہے کہ میں ان کے جوتے کی خاک کے ذرہ کو اپنے لئے موتیوں کا تاج سمجھتا ہوں میں حیران ہوں کہ آج کل بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان حضرات نے مودودی صاحب کی اردو کی کتب کو نہیں سمجھا، طرز تحریر نیا ہے، مودودی صاحب کے مفہوم کو نہیں سمجھتے۔ محض دوسروں کے کہنے پر یہ بزرگ شدید مخالف ہو گئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان دونوں بزرگوں کی فراست اس درجہ کی ہے کہ اگر ایک مسلمان کو کافر کا لباس پہنا دیا جائے اور کافر کو مسلم کا پھر دونوں کے فوٹو لئے جائیں اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کے سامنے پیش

کئے جائیں تو حضرت فوراً کہہ دیں گے ھٰذَا مُسْلِمٌ وَھٰذَا کَافِرٌ۔

ان حضرات کے علم وتقویٰ اور خلوص و بے نفسی کے آپ بھی قائل ہیں بس مجھے آپ کو اس بات کی طرف متوجہ کرانا تھا۔ اس کے بعد ہمیں رخصت کر دیا۔

اوپر والے اس واقعہ کو محترم الحاج صوفی محمد اقبال صاحب رحمہ اللہ نے رسالہ ''تنقید اور حق تنقید'' میں بھی تحریر کیا ہے۔ یہ رسالہ کتب خانہ اشاعت العلوم نے بھی شائع کیا ہے اور کسی قدر اضافہ کے ساتھ طبع کرایا ہے۔ یہ اضافہ چار صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ مختصر رسالہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کو سمجھنے کے لئے معین ومفید ہے۔ (ناشر)

فصل پنجم

فخر الاماثل سیدی و مرشدی حضرت اقدس شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے اشک آور و عشق پرور واقعات

تمہید

اس رسالہ اکابر کا تقویٰ و تواضع کی بسم اللہ میں حضرت نے خود تحریر فرمایا کہ ان کو بچپن ہی سے اپنے اکابر کے ساتھ محبت عشق کے درجہ میں ہے اور یہ محبت بعد میں بڑھتی ہی گئی۔ جس کی ایک وجہ تو حضرت نے اپنی افتتاحی تحریر میں تحریر فرمادی ہے جو کہ اصل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت کی محبت سے پہلے ان اکابر کو حضرت سے عشق تھا کہ،

"عشق اوّل در دِل معشوق پیدا می شود"

حضرت کی محبوبیت کے قصے تو بہت ہیں انشاء اللہ ان کو جمع کرنے کا خیال ہے یہاں صرف ایک قصہ لکھتا ہوں کہ حضرت کے یکسالہ قیام حجاز میں حضرت رائپوری قدس سرہٗ مدینہ تشریف لائے تو حضرت سے فرمایا کہ اللہ معاف کرے، حج کا تو بہانہ تھا تمہاری ملاقات کے لئے آیا ہوں کہ دیکھے ہوئے بہت دن ہو گئے تھے۔ تمہاری محبت کھینچ کر لائی ہے اس نے بے چین کر رکھا تھا۔ اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے تو حضرت سے ایک دفعہ یہ وعدہ فرما لیا تھا کہ تمہارے بغیر جنت میں نہ جاؤں گا۔ اور یہ غیر واقعی اور سرسری بات نہ تھی اس وعدہ کو اہتمام سے یاد رکھا۔ حضرت کے استاد و مرشد قدس سرہٗ سے کسی نے پوچھا کہ کیا یہ آپ کے بیٹے ہیں؟ فرمایا بیٹے سے بڑھ کر۔ اور مقدمۂ بذل میں حضرت قدس سرہٗ نے قرۃ عینی و قلبی کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ اس کے علاوہ صلحاء کے مکاشفات و مبشرات کے ذریعے پہلے اولیاء اللہ کی محبت و قدر دانی حتی کہ حضور ﷺ کی خصوصی توجہ و شفقت کے واقعات مستقل ہیں۔ وقت کے سارے ہی اولیاء اللہ، اور اہل قلوب میں حضرت کا محبوب ہونا عند اللہ محبوبیت و مقبولیت کی یقینی علامت ہے جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی سے محبت فرماتے ہیں اور اس کو اپنا دوست (ولی) بنا لیتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام کو آواز دیتے ہیں کہ اے جبرئیل میں فلاں آدمی کو دوست رکھتا ہوں تم بھی اسے دوست رکھو۔ پس جبرئیل اسے دوست رکھتے ہیں۔ پھر جبرئیل یہی اعلان تمام آسمان میں کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ زمین میں بھی اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ چنانچہ اولیاء اللہ کے صافی قلوب جن میں فرشتوں کے الہام کو قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے پہلے ان میں قبولیت ہوتی ہے بعد میں قبول عام ہوتا ہے اور مقبولیت کی

یہی ترتیب قبولیت عند اللہ کی علامت ہوتی ہے اور جو قبولیت پہلے عوام سے شروع ہو وہ معتبر نہیں ہوتی اور یہی ترتیب ولایت کی سب سے بڑی علامت ہے کیونکہ ولایت ایک پوشیدہ امر ہے جس کی پہچان بہت مشکل ہے اولیاء کاملین ہی پہچان سکتے ہیں کہ جب ولی کو دیکھتے ہیں تو ان کے صافی قلوب میں کشش اور اللہ کی یاد پیدا ہوتی ہے بزرگی کی دوسری علامتیں کشف وکرامات کے متعلق تو اتفاق ہے کہ یہ غیر ولی غیر مسلم میں بھی پائی جاتی ہے اور ولی میں ان کا ہونا ضروری نہیں اور دوسری علامتیں زہد وتوکل، صفائی معاملات، ایثار وقربانی، فقر وفاقہ، ریاضت ومجاہدہ وغیرہ گو ان کا اولیاء اللہ میں ہونا ضروری ہے لیکن غیر اولیاء اللہ میں بھی مل سکتی ہے۔ ترتیب مذکورہ کے مطابق حضرت کی قدر جتنی اکابر نے کی اصاغر محجوبین نے شروع میں اتنی نہیں کی۔

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

البتہ بعد میں قبولیت عامہ ہوگئی جس کے متعلق حضرت مولانا علی میاں جیسے صاف نظر نے لکھا ہے کہ حضرت سے اپنی تصانیف درس حدیث اور بیعت وارشاد کے ذریعہ اس طریق اور سلسلہ کے فیوض اس طرح عام ہوئے کہ اس سے پہلے اس کی نظیر آسانی سے تلاش نہیں کی جاسکتی۔ کہا گیا ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا جس میں دنیا کے کسی نہ کسی ملک میں حضرت کی کوئی نہ کوئی کتاب نہ پڑھی جاتی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے محبوبیت کے ساتھ کمال عبدیت سے بھی نوازا۔ چنانچہ حضرت نے مشائخ کے ساتھ ادب وتواضع کا وہ معاملہ کیا جو کسی دوسرے پیر ومرشد کے درمیان مشکل ہی سے ملے گا۔ چنانچہ آگے آنیوالے واقعات سے ظاہر ہوگا کہ اپنے شیخ ومرشد کے ساتھ ادب وتواضع کے وہ معاملات کئے کہ مریدی کا حق ادا کردیا۔ اسی وجہ سے اب پیری بھی حضرت پر ختم ہے کہ سارے ہی مشائخ کے کمالات وخصوصیات حضرت کی ذات میں جمع ہوگئیں اور حضرت سارے اکابر کی ظاہری وباطنی خیرات وبرکات کے مجموعۂ محاسن بن گئے۔

چنانچہ حضرت رائپوری قدس سرہٗ کا ارشاد ہے (حضرت رائپوری ثانی رحمہ اللہ کا عرصہ ہوا یہ ارشاد احقر نے سنا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث آج اس مقام پر ہیں جس مقام پر حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ بوقت وصال تھے۔ احقر الیاس غفرلہٗ) کہ شیخ المشائخ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی نسبت حضرت شیخ کی طرف منتقل ہوگئی ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ

حضرت شیخ کے واقعات کو سب سے آخر میں لکھنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ناظرین رسالہ کو معلوم ہوجائے کہ جس لائن کے کمالات گذشتہ اوراق میں پڑھے ہیں وہ محض قصے ہی نہیں جن کا اتباع ناممکن ہو۔ حضرت نے اکابر کے جذبات کا اتباع ہی نہیں بلکہ اس پر کچھ اضافہ بھی کرکے ان سے محبت کی سچائی کا ثبوت دے دیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ رسالہ حضرت ہی کی تصنیف ہے بندہ نے صرف واقعات کو مرتب کیا ہے

اور حضرت اپنے متعلق ایک سطر لکھنا گوارا نہیں کرتے حالانکہ اپنے کو چھپانا سارے کمالات کی جڑ ہے۔ اگر کمالات کو چھپایا جائے تو یہ چھپانے کا کمال ظاہر ہوگا۔ لہٰذا کمالات کا بالکل چھپانا ناممکن ہوا۔ حسن اگر ظاہر ہو تو مشکل اور چھپے تو اور زیادہ قیامت ڈھاتا ہے۔ بہر حال حضرت کی ناگواری کے پیش نظر اصل رسالہ میں حضرت کے واقعات کو نہیں لکھا بلکہ اپنی طرف سے مستقل فصل لکھ کر بطور ضمیمہ شامل کر دیا ہے اور یہ بھی حضرت والا کے مزاج مبارک کے خلاف ہوا۔ بندہ نے کئی سال ہوئے حضرت کے واقعات جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور نمونہ کے طور پر کتاب کا ایک جز و سبق آموز واقعات کے نام سے شائع کر دیا تھا جس پر حضرت نے بہت ناگواری کا اظہار فرمایا تھا۔ اور اس کے بعد جب کسی واقعہ کو کسی سلسلہ میں بیان فرمایا تو خاص طور پر بندہ کو تنبیہ فرمائی کہ دیکھو کہیں شائع نہ کر دینا۔ کئی دفعہ فرمایا کہ پہلے مجھے مرنے دو بعد میں جو چاہے شائع کرتے پھرنا کہ فَاِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْهِ الْفِتْنَةُ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

اب یہ اشکال کہ حضرت کی منشاء کے خلاف اس فصل کو لکھنے کی کیسے جرأت کی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت کی ممانعت دراصل تواضع کی وجہ سے ہے ورنہ فی نفسہ اس میں کوئی وجہ ممانعت نہیں بلکہ اگر تحدیث بالنعمة کے طور پر خود بھی شائع کریں تو یہ واما بنعمة ربک فحدث کا امتثال ہوگا دوسرے اس میں امت کا نفع خصوصاً حضرت کے خدام کا نفع بہت ظاہر ہے کہ قصوں کا موثر ہونا اس رسالہ کے افتتاح کے بیان میں ظاہر ہوا۔

لیکن اپنے شیخ کے اور اپنے سامنے کے تازہ قصوں کا زیادہ اثر ہونا بھی ظاہر ہے اور چونکہ اپنے شیخ سے محبت بھی ہوتی ہے اس لئے شیخ کے قصوں سے اتباع کی توفیق بھی ہو جاتی ہے۔ اور یہ قصے خود شیخ سے محبت کی زیادتی کا باعث بھی ہوتے ہیں اور محبت شیخ ساری ترقیات و سعادت کی کلید ہے اور شیخ کے باطن سے فیضیاب ہونے کی شرط ہے۔ شیخ کی محبت کی برکت سے ایک محب صادق بغیر شیخ سے ملاقات کئے دور سے بھی فیضیاب ہو سکتا ہے جب کہ بغیر محبت کے ایک حاضر باش خادم کو کامیابی نہیں ہوتی۔ خدام و متوسلین کی تعلیم و تربیت کی غرض سے حضرت اقدس کو بھی بارہا یہ کہتے سنا ہے کہ کسی کے نفع کی خاطر اگر میرا ثواب ضائع بھی ہو جائے تو مجھے گوارہ ہے۔ بندہ کے خیال میں یہ بھی ایثار و سخاوت کا اعلیٰ درجہ ہے اور انشاء اللہ ان وجوہ سے ثواب المضاعف ہی ہوگا۔

فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے "اگر لوجہ اللہ نیت خیر سے کسی نیک کام کو ظاہر کر دیا تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بعض اوقات از دیاد خیر کا باعث ہے" یہ ساری بحث اس وقت ہے جب کہ حضرت خود اظہار کریں۔ لیکن مندرجہ بالا مصالح کی بناء پر اگر کوئی خادم شائع کرے تو اس میں یہ اشکال بھی نہیں۔ اکابر میں کئی حضرات کی مستقل مفصل سوانح ان کی زندگی میں شائع ہوتیں رہیں اور بہت سے مصالح کی بناء پر اس کو اکابر نے گوارہ فرمالیا۔ حالانکہ اپنی تعریف کوئی بزرگ بھی پسند

نہیں کرتا۔ واقعات کو بیان کرنے سے پہلے حضرت کے تقویٰ وتواضع کی امتیازی شان عرض کرتا ہوں۔ حضرت نے آپ بیتی میں اپنے اکابر کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ ان اکابر نے تصوف کو فقہ وحدیث کے ماتحت چلایا۔ بندہ عرض کرتا ہے کہ اسی طرح ہمارے حضرت روحی فداہ کا تقویٰ بھی فقہ وحدیث کے ماتحت ہے جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تقویٰ کا نمونہ ہے۔ جس میں مغلوب الحال بزرگوں کا سا غلو اور تقویٰ کے نام سے عوام کے توہمات نہیں ہیں بلکہ سنت وشریعت کی مطلوبہ حقیقت ہے اور تکلف سے دور ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَايَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِعِرْضِهٖ وَدِيْنِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الْمُشْتَبِهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ.

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا حلال بھی ظاہر اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان مشتبہ امور ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے پس جو شخص شبہات سے بچ گیا اس نے اپنی آبرو اور دین کو بچا لیا اور جو مشتبہات میں پڑا وہ حرام میں پڑ گیا۔ حرام وحلال کے ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کے حلال یا حرام ہونے کی شرعی قطعی دلیل ہو اور اس کے خلاف حکم کی کوئی شرعی دلیل نہ ہو۔ اس چیز کے استعمال کرنے میں حسب حکم ہی معاملہ کرنا چاہئے اپنی طرف سے شبہ یا وہم پیدا کر کے اس کے استعمال سے پرہیز کرنا تقویٰ نہیں ہے بلکہ تقویٰ کے خلاف ہے۔ ہاں جب شرعی دلیلوں میں تعارض ہو (یہ تعارض کئی وجوہ سے ہوسکتا ہے) کہ ایک وجہ اباحت کی اور ایک تحریم کی ہو تو وہ چیز مشتبہ ہوگی اس کے استعمال سے پرہیز کرنا تقویٰ ہے بلکہ شریعت مجبور کرتی ہے کہ بلا کم وکاست اس چیز کے ساتھ مشتبہ ہی کا معاملہ کیا جائے۔ مثلاً کتے کا جوٹھا پانی ناپاک ہے حرام ہے اور گھوڑے کا پاک وحلال اور خچر کا جوٹھا مشکوک ومکروہ ہے۔ اب اگر کسی وقت صرف کتے کا جوٹھا پانی ہو تو بلا تکلف تیمم کرنا ہوگا اور اگر گھوڑے کا جوٹھا ہو تو اس پانی سے وضو کرنا ہوگا چاہے کوئی نفیس طبیعت مانے یا نہ مانے تیمم جائز نہیں اور اگر خچر یا گدھے کا جوٹھا ہو تو اس کے مشکوک ہونے کی وجہ سے مشکوک والا معاملہ کیا جائے گا۔ یعنی وضو بھی کیا جائے گا کہ شاید پاک ہو۔ اور پاک کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں اور تیمم بھی کیا جائے کہ شاید ناپاک ہو۔ اس سے وضو ہی نہ ہوا ہو۔ لہٰذا وضو اور تیمم دونوں ہی کرنے ہوں گے مگر کسی چیز کے مشتبہ قرار دینے کا کام مفتی کا ہے جو قواعد شرعیہ کی رو سے دلیلوں کے تعارض کی وجہ سے مشتبہ قرار دے گا نہ کہ ہر کس وناکس اپنی طبیعت سے بے اصل توہمات کی بناء پر کسی چیز کو مشتبہ بنا دے کہ یہ بات تقویٰ کی نہ ہوگی بلکہ گناہ کی بات ہوگی اور بعض وقت یہ گناہ دیگر کئی گناہوں کا سبب بن جاتا ہے۔ مثلاً کسی مسلمان کے مال کو بلا کسی شرعی دلیل کے حرام یا مشتبہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا یا اس کی دعوت کو رد کر دیا تو یہ انکار کرنے والا نام نہاد متقی اوّلاً شرع کا حکم بدلنے کے گناہ میں مبتلا ہوگا۔ پھر

اپنے خیال میں احتیاط کرتے ہوئے اگر شرعاً درست بھی ہوتی تو زیادہ سے زیادہ مستحب تھی ایک مسلمان کی دل آزاری کا مرتکب ہوا جو کہ حرام ہے جس سے پھر باہمی تفریق، کینہ، بغض وغیرہ پیدا ہوتا ہے اور اپنی ذات کے اعتبار سے پرہیز گاری کے عجب میں مبتلا ہوا اور اس قسم کا تقویٰ اکثر متکبرین ہی میں ہوتا ہے (ہاں دعوت وغیرہ سے انکار کی کوئی دوسری معقول یا غیر معقول وجہ ہو تو اس کی یہاں بحث نہیں) قبول دعوت وہدایا میں حضرت اقدس کا عمل شریعت غرا کے مطابق ہوتا ہے اور بعض وقت اس میں حضرت اپنی طبیعت اور صحت کی رعایت کے خلاف بھی کر لیتے ہیں اور یہی حقیقی تقویٰ ہے اور حضرت کے تقویٰ وطہارت کا خصوصی ظہور حقوق، معاملات، آداب واخلاق سے ہوتا ہے۔ حضرت کے کمالات کے واقعات بے شمار ہیں لیکن یہاں صرف تقویٰ وتواضع ہی کے چند ایک واقعات لکھتے ہیں تاکہ ضمیمہ اصل رسالہ سے بڑھ نہ جائے"۔

(۸۸) مدرسہ مظاہر علوم کی چارپائیوں، بستروں کا استعمال:

حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کی حیاتِ مبارکہ میں حضرت کو جب مہمان خانہ میں جانا ہوتا تو کبھی مدرسہ کی چارپائی پر تشریف نہ رکھتے، مہمان سے بات کرتے تو کھڑے رہتے یا بیٹھنے کی ضرورت ہوتی تو فرش پر بیٹھ جاتے اور مہمان حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ چارپائی پر ہوتے مگر حضرت قدس سرہٗ کے وصال کے بعد چونکہ حضرت شیخ مدظلہٗ جانشین کے طور پر ہو گئے تو یہ مشکل پیش آئی کہ اگر حضرت زمین پر تشریف رکھیں تو مہمان مدرسہ کیسے چارپائی پر بیٹھے رہیں ان کو بھی نیچے اترنا پڑتا۔ اس پر حضرت نے اس وقت سے ہمیشہ کے لئے مدرسہ کی تمام چارپائیاں اور بستر اپنے ذاتی بنوانے شروع کر دیئے تاکہ ان کو حضرت اور ان کے ذاتی مہمان بھی استعمال کر سکیں۔

(۸۹) دارِ جدید کی بجلی وغیرہ کا بل:

دارِ جدید کی مسجد میں حضرت کے مہمانوں کا قیام ماہ رمضان المبارک میں اعتکاف کے سلسلہ میں ہونے لگا تو بجلی کے بلب زیادہ لگانا پڑتے تھے اس کی وجہ سے حضرت نے مسجد اور باقی سارے دارجدید کے حجروں وغیرہ کے بجلی کا پورے مہینے کا کل بل اپنے ذمہ لے لیا۔ مگر جب معلوم ہوا کہ بل انگریزی مہینوں کے حساب سے آتا ہے اور رمضان میں انگریزی دو مہینوں کی تاریخیں شامل ہوتی ہیں تو حضرت نے پورے دو ماہ کا بل اپنے ذمہ لے لیا۔ یہ کل حساب حضرت کے روزنامچہ میں مفصل درج ہے۔ ایک دفعہ مدرسہ کے ایک ذمہ دار جو بجلی کے فن سے ناواقف ہیں انہوں نے شبہ ظاہر کیا کہ زیادہ بجلی خرچ ہونے سے بجلی کے تاروں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ حالانکہ فنی لحاظ سے یہ بات اس طرح نہیں ہے لیکن حضرت نے ان کے شبہ کی بناء پر ایک سو پچاس روپیہ کے نئے تار منگوا کر پورے تار بدلوا دیئے۔

(۹۰) مدرسہ میں قیام کی وجہ سے کرایہ چندہ کے نام سے:

حضرت شیخ مدظلہٗ کا جب حج کے لئے حجاز مقدس تشریف لانا شروع ہوا تو مدرسہ صولتیہ کے دیوان میں کچھ روز قیام ہوتا رہا۔ اس قیام کی وجہ سے ایک دفعہ ایک بھاری رقم مدرسہ میں چندہ کے نام سے داخل کی۔

(۹۱) مدرسہ تحفیظ القرآن مدینہ منورہ کا قصہ:

مدینہ منورہ میں مدرسہ علوم شرعیہ میں جو قیام کے لئے کمرے وقف ہیں ان کے ایک کمرہ میں حضرت کا قیام رہتا تھا جو مدرسہ والوں کے انتہائی اصرار کی وجہ سے قبول فرمایا ہوا ہے، گزشتہ سال حضرت کے برابر والے کمرہ میں تحفیظ القرآن کا مکتب تھا جو بعد میں وہاں سے ختم ہو کر مسجد فاطمہ میں منتقل ہو گیا۔ مدرسہ والوں نے کمرہ حضرت کے تصرف میں دے دیا وہاں حضرت کے عزیز مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہٗ اور مولانا محمد سلمان صاحب مدظلہٗ حضرت کی نگرانی میں حدیث پاک کے سلسلہ میں تراجم بخاری سے متعلق کام کرتے رہے، کمرے میں ایک پنکھا رکھا تھا جس کو وہ حضرات تقریباً مہینہ بھر استعمال کرتے تھے۔ بعد میں حضرت کے علم میں آیا کہ یہ پنکھا مدرسہ علوم شرعیہ کا نہیں ہے بلکہ تحفیظ القرآن والوں کا ہے جو کہ لاعلمی میں استعمال ہوتا رہا۔ حضرت کو اس کے استعمال سے افسوس ہوا اور اس کا کرایہ ادا کرنے کی غرض سے تحفیظ القرآن کے ناظم یا مشرف سے تحریری پوچھا اور آئندہ کے لئے اپنے عزیز ان کو بازار سے نیا پنکھا منگوادیا۔ مشرف صاحب نے کہا کہ گزشتہ استعمال کا کوئی کرایہ نہیں۔ نہ ہمارے ہاں اس کا کوئی مد ہے۔ حضرت اس کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ چندہ کے نام سے لے لیں تخمینہ بتادیں، مگر وہ نہیں مانے، دو تحریریں ارسال کیں کہ میں بحیثیت انچارج لکھتا ہوں کہ آپ پر مدرسہ کی طرف سے کوئی مطالبہ نہیں۔ سابقہ استعمال کی ہماری طرف سے اجازت ہے۔ ان کی تحریر تو موجود نہیں۔ مگر مضمون یہی تھا اس پر حضرت نے ایک سو ریال جو کہ نئے پنکھے کی قیمت ہوتی ہے کرایہ کے بدلہ میں چندہ کے نام سے مندرجہ ذیل پرچہ کے ساتھ بندہ کے ہاتھ روانہ کئے۔ جس کو انہوں نے قبول کیا۔ پرچہ کی نقل درج ذیل ہے۔

> مکرم و محترم الحاج مولانا عبد الملک صاحب مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ جناب کا گرامی نامہ مختصر پہنچا۔ میں تو پہلے پرچہ میں بہت صفائی سے لکھ چکا ہوں کہ چونکہ چندہ کا مال ہے اس کے معاف کرنے کا حق نہ آپ کو ہے نہ صدر صاحب کو اور نہ آپ کے معاف کرنے سے معاف ہو سکتا ہے آپ یا صدر صاحب اپنے پاس سے مجھے کچھ عطیہ فرمادیں سر آنکھوں پر اور آپ کو یہ لینے میں اشکال ہو تو میری طرف سے چندہ میں داخل کرلیں۔ رسید مجھے چاہئے نہیں اور اگر کوئی دستور آپ کے یہاں رسید کا ہو تو

مجھے انکار نہیں۔ آپ کے صدر صاحب سے تو مجھے نیاز نہیں مگر آپ سے کہوں گا کہ آپ ضرور مجھے مرحمت فرمادیں میں لے لوں گا"۔

فقط والسلام۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب
بقلم حبیب اللہ۔ ۱۴ جولائی ۱۹۷۵ء

(۹۲) طلبہ کی سفارش:

ذیل کے واقعہ کو حضرت شیخ مدظلہٗ نے آپ بیتی میں اپنی چند بُری عادتوں کے عنوان سے ذکر فرمایا ہے اور بندہ یہاں پر حضرت کے تقویٰ اور تواضع کے تحت نقل کررہا ہے۔ مثلاً اسی قصہ میں مدرسہ کے مصالح کو اپنی ذاتی مصالح پر مقدم رکھنا تقویٰ ہی کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح چند واقعات مظاہر کے حالات میں یا کسی دوسرے سلسلہ میں آپ بیتی میں آ گئے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کی اسٹرائیک میں میرے ایک بہت قریبی عزیز شریک تھے میں (شیخ الحدیث صاحب) نے مظاہر علوم میں شدت سے یہ اعلان کردیا تھا کہ دارالعلوم کا کوئی اسٹرائیکی مظاہر علوم میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ میرے اس عزیز کے والد مرحوم جو میرے بھی بزرگ اور میرے بڑوں کے بھی بزرگ اور حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کے بھی اخص الخواص۔ وہ مرحوم اپنے بچے کو لے کر آئے۔ ہمارے حضرت ناظم صاحب نور اللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہٗ ایسے موقعوں پر یہ کہہ کر الگ ہوجاتے تھے کہ زکریا سے بات کرلیجئے۔ مرحوم یہ سن کر کہ زکریا سے بات کرلیجئے بہت خوش ہوئے کہ اب تو گھر کی بات ہوگئی۔ مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ اسے مظاہر میں داخلہ کے لئے لایا ہوں۔ ناظم صاحب نے تیرے حوالہ کردیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مدرسہ نے یہ طے کیا ہے کہ دارالعلوم کا کوئی اسٹرائیکی مظاہر علوم میں داخل نہ ہوگا۔ اول تو مرحوم نے مجھے بہت شفقت سے فرمایا پھر ڈانٹ کر فرمایا۔ میں نے کہا کہ یہ میری ذات کا قصہ نہیں ہے مدرسہ کا قصہ ہے اور مدرسہ کے مصالح ہمیشہ ذاتی تعلقات پر مقدم ہونے چاہیں۔ مرحوم نے فرمایا کہ اگر میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی سفارش لکھوالاؤں تو کیا کرے گا۔ اگرچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے یہاں سفارش بہت مشکل تھی مگر مرحوم کے تعلقات پر مجھے اندیشہ ضرور ہوا کہ اگر مرحوم نے درخواست کی تو حضرت رحمہ اللہ قانونی اور آئینی الفاظ میں کچھ ضرور تحریر فرمادیں گے۔ میں نے مرحوم سے عرض کیا کہ اگر حضرت قدس سرہٗ نے سفارش فرمادی تب تو میں حضرت سے عرض کروں گا کہ حضرت مدرسہ کا قصہ ہے اور حضور ﷺ کی سفارش حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے قبول کرنے سے معذرت کردی تھی۔ اور اگر حضرت نے بحیثیت سرپرست حکم دیا اور تحریر فرمایا کہ میں بحیثیت سرپرست حکم دیتا ہوں تو پھر مجھے کوئی عذر نہ ہوگا اور نہ صرف عزیز موصوف کو بلکہ جتنوں کے لئے حضرت فرمادیں داخل کرلیا جائے گا۔ یہ خود میں بھی سمجھتا تھا اور وہ بھی سمجھتے تھے کہ حضرت رحمہ اللہ ایسا کیسے تحریر فرماسکتے ہیں۔

(۹۳) مدرسہ کی اینٹیں ڈھونا:

مدرسہ کے معاملات میں نہ صرف اس ناکارہ کا بلکہ اس زمانہ کے تقریباً ہر مدرس اور ملازم کا یہ قانون اور اصول موضوعہ کے طور پر طے شدہ مفروضہ تھا کہ ہمارا حق مدرسہ پر نہیں جو مدرسہ کی طرف سے مل رہا ہے وہ اللہ کا احسان اور اسی کا عطیہ ہے اور ثانیاً مدرسہ کا احسان ہے اور ہم لوگوں کو کوئی حق مدرسہ پر نہیں ہے اور مدرسہ کا ہر ایک کام چاہے کتنا ہی معمولی سا ہو حتی کہ درس گاہ میں جھاڑ دتک دینے سے بھی مدرس کو عار نہیں تھا۔ اس زمانہ میں یاد نہیں کہ استنجاء کے ڈھیلوں کی اینٹوں کے لئے حمام کی لکڑیوں کے لئے کسی ملازم یا مزدور کو بلانے کی ضرورت کبھی پیش آئی ہو۔ میں نے دربان سے کہہ رکھا تھا کہ جب اینٹوں یا لکڑیوں کی گاڑی آوے اُوپر درس گاہ میں مجھے اطلاع کر دے میں گھنٹہ کے ختم پر ایک طالبِ علم کو مولانا عبدالرحمٰن کے پاس یہ کہہ کر بھیج دیتا کہ اینٹیں آئی ہیں۔ میں نیچے جا رہا ہوں۔ مولانا مرحوم بھی فوراً پہنچ جاتے اور ہم دونوں کو جاتے دیکھ کر دونوں کے یہاں کی جماعتیں ایسی دوڑتیں کہ ہم سے پہلے وہاں پہنچ جاتے۔ ہم دونوں کو تو ایک پھیرا بھی مشکل سے کرنا ہوتا تھا کہ راستہ میں کوئی طالبِ علم چھین لیتا تھا۔

(۹۴) حضرت مرشدی شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کا سفر حج ۴۴ھ اور تنخواہ:

جب حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ ۴۴ھ میں حجاز مقدس روانہ ہونے لگے تو میں نے (حضرت شیخ الحدیث صاحب) عرض کیا کہ حضرت بذل کا کیا ہوگا۔ حضرت قدس سرہٗ نے بہت قلق کے ساتھ فرمایا کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہوگا۔ تمہارے بغیر تو میں لکھ نہیں سکتا اور تمہارے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ اہل وعیال ساتھ ہیں اور طویل قیام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اب تو یہ خیال ہے کہ میں حجاز چلوں حضرت قدس سرہٗ کا چہرہ خوب یاد ہے خوشی سے کھل گیا اور فرمایا تمہارے خرچ کا کیا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس کا تو بالکل فکر نہیں ۳۸ھ میں بھی قرض لے کر گیا تھا حالانکہ اس وقت قرض ملنا بہت دشوار تھا اور اس وقت بہت آسان ہے اب بھی لے لوں گا۔ حضرت نے فرمایا تمہاری مدرسہ میں کچھ تنخواہ بھی جمع ہے۔ اس کی شرح یہ ہے کہ ۳۵ھ میں جب ملازم ہوا تھا اور میری تنخواہ پندرہ روپے ہوئی تھی (احقر اقبال عرض کرتا ہے کہ اس دور میں حضرت کو دوسرے مدارس میں سینکڑوں روپوں کی بڑی بڑی تنخواہوں کی پیش کش اور بہت اصرار ہوتے تھے مگر حضرت اقدس نے قبول نہیں فرمایا تھا۔ یہ دوسرا مضمون ہے اس لئے یہاں تفصیل نہیں لکھتا) اس وقت بڑے حضرت رائپوری شاہ عبدالرحیم صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے مدرسہ میں تو سفارش کی تھی پندرہ روپے تنخواہ بہت کم ہے کم از کم پچیس روپے ہونا چاہئے اور مجھ سے یوں ارشاد فرمایا تھا کہ جب اللہ توفیق دے مدرسہ کی تنخواہ چھوڑ دیجیو اس کا اثر یہ تھا کہ میرا حضرت رائپوری قدس سرہٗ کے ارشاد کی وجہ سے تو تنخواہ

لینے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر میرے حضرت قدس سرہٗ لیتے تھے اگر چہ میرے والد صاحب قدس سرہٗ نے کبھی نہیں لی۔

پھر بھی چونکہ میرے حضرت لیتے تھے اس لئے میں نے نہ لینا بے ادبی سمجھا تھا اس لئے کسی ماہ میں اس کا غلبہ ہوتا تھا کسی میں اس کا البتہ نہ لینے کی وجہ سے میری ترقیاں رکتی رہیں۔ جب مدرسین کی ترقی کا وقت آتا تو دوسرے مدرسین کی ترقی ہوتی تو اگر میں اس سے پہلے مہینوں میں تنخواہ لینے والا ہوتا تو میری بھی چار پانچ روپے ترقی ہو جاتی اور جس زمانہ میں میں تنخواہ نہ لیتا مہتمم صاحب فرما دیتے کہ وہ تو پہلے ہی سے نہیں لیتا ہے اس کی کیا ترقی؟

بہر حال محرم ۳۵ھ سے شعبان ۴۴ھ تک نو سو پینتالیس روپے میرے تنخواہ کے جمع تھے جو اس زمانہ میں حج کے اخراجات سے بہت زائد تھے۔ حج کا خرچ اس زمانہ میں زیادہ سے زیادہ چھ سو روپے تھے۔ حضرت کے ذہن میں یہ تھا کہ بقدر اخراجات لے کر بقیہ اہل وعیال کے خرچ کے لئے دے جاویں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس کا فکر نہ فرماویں خرچ کا انتظام ہو جائے گا۔ اس تنخواہ کا تو لینا جائز نہیں، اکابر کی خدمت میں گستاخ تو ہمیشہ رہا۔ حضرت نے فرمایا کیوں؟ عرض کیا جن مہینوں کی تنخواہ نہیں لی ان میں اس نیت سے پڑھایا کہ تنخواہ نہیں لوں گا۔ اب اس کے لینے کا کیا حق ہے۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا تم نے کوئی درخواست مدرسہ کو دی۔ تم اجیر تھے مدرسہ مستاجر تمہیں یک طرفہ فسخ اجارہ کا کیا حق تھا جب تک کہ ہم قبول نہ کریں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس میں اجارہ کی تو کوئی بات نہیں۔ ایک شخص کام کرتے ہوئے یہ نیت کرے کہ لوجہ اللہ کر رہا ہوں اس کے بعد اس کو معاوضہ لینے کا کیا حق ہے۔ حضرت ناظم صاحب بھی تشریف فرما تھے انہوں نے حضرت سے عرض کیا حضرت میں انہیں سمجھا دوں گا حضرت بہت خوش ہوئے اور میں بھی بہت خوش ہوا کہ حضرت کے سامنے تو بہت ادب سے ڈرتے ڈرتے کوئی لفظ کہوں تھا اور ناظم صاحب سے خوب کھل کر مناظرہ ہوا انہوں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت یہ نہیں مانتا۔

حضرت تھانوی قدس سرہٗ بھی مدرسہ کے سرپرستوں میں تھے اور مولانا ظفر احمد صاحب تھانہ بھون کے مفتی اعظم اور مجھ سے بے حد بے تکلف۔ میں نے ان سے کہا کہ مدرسہ کے کاغذات میری تنخواہ کے سلسلے میں حضرت کے پاس آویں گے حضرت سے میری تنخواہ نامنظور کروا دیجیو۔ انہوں نے حضرت سے نہ معلوم کیا کہا جب میری درخواست ڈیڑھ سال کی چھٹی کی اور مہتمم صاحب کی طرف سے اس پر تحریر کہ ان کی تنخواہ بھی کچھ رکی ہوئی ہے اس کے دینے کی بھی اجازت دی جاوے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے چھٹی بخوشی منظور فرمالی اور تنخواہ کے متعلق تحریر فرمایا کہ اگر قبض الوصول میں تنخواہ درج ہے اور انہوں نے وصول نہیں کی تو اس میں سرپرستان سے اجازت کا کیا مطلب؟ اور اگر اس میں کوئی اشتباہ ہے تو اس کو ظاہر کیا جاوے تا کہ اس پر غور کیا جاوے۔

مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ بھی اسی وقت سرپرست بنائے گئے تھے یہاں آئے میں نے اُن سے بھی عرض کیا کہ تم سرپرست ہو۔ اس تنخواہ کا لینا میرے لئے جائز نہیں اُسے نامنظور کردیجیو۔ لیکن حضرت قدس سرہٗ کی منظوری کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ تو رد فرماسکتے تھے خدام میں سے کس کو ہمت پڑتی۔ یہ گستاخیاں تو اللہ میاں نے اس ناکارہ کے حق میں رکھیں تھیں جو ہمیشہ کرتا رہا۔

مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ نے اوّل تو مجھ سے مناظرہ کیا اور جب ناظم صاحب رحمہ اللہ کی طرح وہ بھی غالب نہ آسکے تو انہوں نے بحیثیت سرپرست میرے کاغذ پر لکھا کہ ڈیڑھ سال رخصت منظور ہے اور تنخواہ کے سلسلہ میں جیسا کہ اس کی طرف سے رخصت کی درخواست ہے اسی کی طرف سے یہ درخواست بھی ہونا چاہیئے کہ میری تنخواہ مدرسہ سے دلوادی جائے۔

حضرت قدس سرہٗ نے جب میرٹھی کی تحریر دیکھی تو سمجھ گئے کہ میران سے بھی مناظرہ ہوا ہے تو میرے حضرت قدس سرہٗ نے بہت ہی شفقت سے مجھ سے یوں فرمایا کہ بذل میرا ذاتی کام تو نہیں۔ مدرسہ ہی کا کام ہے اگر میں سرپرستان کی منظوری کے بعد تمہیں بکارِ مدرسہ اپنے ساتھ لے جاؤں اور آمدورفت کے خرچ کے علاوہ وہاں کے قیام کی تنخواہ مدرسہ سے دلوادوں تو تم کیا کہوگے؟

میں نے عرض کیا، حضرت یہ عرض کروں گا بالکل جائز ہے ذرا تردد نہیں۔ حضرت نے فرمایا تمہاری جمع شدہ تنخواہ تو بہت کم ہوگی جتنا کہ اس صورت میں مدرسہ تم کو دے گا۔ میں نے کہا بالکل صحیح ہے۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ پھر تم یہی سمجھ لو۔ اس پر میں نے تنخواہ تو لے لی لیکن حضرت رائپوری کی نسبت کا اثر کچھ ایسا غالب تھا کہ مدینہ منورہ پہونچکر میں نے سب سے پہلے مہتمم صاحب کو ایک خط لکھا جس میں اس تنخواہ کا تو ذکر نہیں کیا البتہ یہ لکھا کہ میرا ارادہ ایک عرصہ سے مدرسہ کے ان حقوق کے معاوضہ میں جو مجھ پر ہیں مدرسہ میں ایک بڑی رقم پیش کرنے کا ہورہا ہے مگر آپ کو معلوم ہے کہ مجھ سے جمع ہونا مشکل ہے اس لئے بالفعل میری طرف سے صرف ایک ہزار روپے کا وعدہ اس طرح تحریر فرمالیں کہ اسی ماہ جمادی الاولیٰ سے مبلغ پانچ روپے ماہانہ میری واپسی تک میرے کارکن مولوی نصیر الدین سے اور بعد واپسی کے خود مجھ سے وصول فرماتے رہیں۔ اگر اس کے پورا ہوجانے سے قبل میرا انتقال ہوجائے تو اس وقت جس قدر رقم باقی ہو وہ میری وصیت ہے کہ متروکہ۔۔۔ سے وصول کی جائے۔ الخ

محررہ از مدینہ منورہ ۵؍ جمادی الاوّل ۴۵ھ اللہ کے فضل سے جب یہ رقم ادا ہوگئی تو مجھے رائپوری جذبہ سے یہ خیال ہوا کہ اس سے پہلے زمانہ میں جو تنخواہیں لی ہیں وہ بھی واپس کردی جاویں۔ اللہ نے وہ بھی واپس کرادیں، یہ تو چندہ کے طور پر گویا خفیہ طور پر واپسی تھی اس کے بعد آخری زمانہ میں جب کہ اکثر مدرسین حضرت کے خدام میں سے تھے ان کی تعلیم و تربیت کی غرض سے دوبارہ تنخواہ ہی کے نام سے رقم داخل مدرسہ کی۔

(۹۵) اپنے تعلق کی وجہ سے کسی طالب علم کا کھانا جاری کروانا:

یہ ناکارہ (حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ) رجب ۲۸ھ میں مدرسہ میں طالبعلم کی حیثیت میں آیا اور اب محرم ۹۳ھ تک طالب علمی، مدرسی، سرپرستی سارے ہی مراحل طے کرچکا ہے مگر مجھے یاد نہیں کہ ان سارے ادوار میں کسی طالب علم کی اپنے تعلق کی وجہ سے مدرسہ میں کھانا جاری کرنے کی سفارش کی ہو بارہا بلکہ بیسیوں مرتبہ اس کی نوبت آئی کہ کسی طالب علم کا کسی جرم یا امتحان میں ناکامی پر کھانا بند ہوا اور اس نے حضرت مولانا الحاج عبداللطیف صاحب نوراللہ مرقدہٗ (ناظم صاحب) سے خود یا اولیاء کے ذریعہ سے سفارش کرائی اور حضرت ناظم صاحب نے تحریر فرمادیا کہ اگر زکریا سے سفارش لکھوادو تو میں جاری کردوں گا اور جب وہ کاغذ یا پیام میرے پاس آتا تو میرا ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ مدرسہ سے تو سفارش نہیں کرونگا۔ جب تک اس کا کھانا بند ہے میرے ساتھ کھالیا کرے۔

(۹۶) مطبخ سے اپنے لئے کھانا جاری کروانے کو ہمیشہ کے لئے بند کردیا:

ایک دفعہ حضرت کے گھر والے سہارنپور میں موجود نہیں تھے اس وقت حضرت نے اپنے لئے مدرسہ کے مطبخ سے ایک خوراک اپنے نام جاری کروا رکھی تھی۔ ایک طالب علم جو حضرت کے ساتھ کھانا کھاتے تھے وہ اپنا کھانا بھی مدرسہ سے لاتے تھے ایک دن انہوں نے کہا کہ آپ کے شوربہ کے پیالہ میں تار زیادہ ہوتا ہے اور میرے میں کم اور یہ اس لئے ہے کہ مدرسہ میں آپ کا لحاظ ہے حضرت نے دونوں پیالوں کو دیکھا تو واقعی حضرت کے پیالہ میں تار (اوپر کی روغنی رونق) زیادہ تھا، حضرت نے اسی دن سے ہمیشہ کے لئے اپنے نام سے کھانا منگوانا بند کردیا۔ البتہ کئی کئی طلباء کا کھانا حضرت کے حساب میں جاری رہا کرتا تھا۔

(۹۷) صِلْ مَنْ قَطَعَکَ:

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میرا اور میرے چچا جان نوراللہ مرقدہٗ (حضرت شیخ اور حضرت دہلوی) کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ اپنی ایک شبانہ حاضری کاندھلہ میں جملہ اعزہ کے گھروں میں جاکر ان سے ایک ایک دو دو منٹ کے لئے ضرور ملتے۔ میرا کاندھلہ جانا چھ ماہ آٹھ ماہ میں ایک شب کے لئے ہوتا تھا۔

ایک دفعہ آٹھ ماہ بعد میرا کاندھلہ جانا ہوا۔ اور اپنی عادت کے موافق سب کے گھروں کا چکر لگایا۔ میرے محترم عزیز برادر معظم ماسٹر محمود الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ اس وقت کاندھلہ میں تھے۔ میرے ساتھ وہ بھی بادلِ ناخواستہ میری خاطر میں مٹرگشت میں چل دیئے۔ میں ایک عزیز کے گھر گیا (جو ایک معمولی سی بات پر اور محض غلط فہمی سے اپنے دل میں حضرت سے ناراض تھے جس کا حضرت کو احساس تک بھی نہ تھا جس کا مفصل قصہ آپ بیتی جلد نمبر ۳، صفحہ ۹۷ میں آموں والا قصہ کے عنوان سے درج ہے، یہاں اختصار کے خیال سے نقل نہیں کیا) میں نے جاکر سلام کیا انہوں نے منہ پھیر

لیا۔ میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے مرحوم نے ہاتھ کھینچ لیا۔ بھائی محمود کا اس وقت غصہ کے مارے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ میں نے ایک مونڈھا کھینچا اور ان عزیز کے قریب دو منٹ بیٹھ کر چلا آیا۔ انہوں نے میری طرف منہ نہیں کیا۔ جب وہاں سے واپس آ رہا تھا راستے میں بھائی محمود نے کہا ''بے غیرت بے حیا'' پھر بھی ان کے یہاں آوے گا۔ میں نے کہا ضرور آؤں گا۔ یہ ان کا فعل تھا جو انہوں نے کیا، وہ میرا فعل ہوگا جو میں کرونگا۔ ہمیں حدیث پاک میں ''صِلْ مَنْ قَطَعَکَ'' کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر مالک کا ایک عجیب احسان یہ رہا کہ جس جس سے ابتداءً لڑائی رہی اس سے انتہاءً وہ تعلقات بڑھے کہ شاید و باید۔ یہ مرحوم عمر میں مجھ سے بڑے تھے۔ اخیر میں ان کا یہ اصرار رہا کہ تجھ ہی سے بیعت ہوں گا اور تیرے ہی پاس پڑ کر مروں گا۔ اتنا بڑھا کہ حد و حساب نہیں۔

(۹۸) حضرت شیخ رحمہ اللہ کا ادب:

ویسے تو کل کائنات اللہ کی مخلوق ہے لیکن جن چیزوں پر اللہ کا نام لگا ہو اور خاص طور پر اس کی طرف نسبت ہو اور وہ اللہ کی نشانیوں میں شمار ہوں۔ ان کا ادب و تعظیم کرنا تقویٰ و تواضع کی علامت ہوتی ہے اس لئے حضرت کے ادب کے چند قصے بھی اس فصل کے مناسب ہونے کی وجہ سے یہاں ذکر کرتا ہوں۔ یہ واقعات حضرت کے بچپن اور شروع جوانی کے ہیں۔

(۹۹) مرشد قدس سرہٗ کے حجرہ شریفہ کی چھت پر قدم نہ رکھنا:

حضرت کے والد صاحب (حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ) فرماتے تھے کہ یہ (حضرت والا) اپنے حضرت کا ادب دِل سے کرتا ہے۔ یہ ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے جس کی شرح یہ تھی کہ حضرت والا قدس سرہٗ کا حجرہ کتب خانہ کا غربی کمرہ تھا جس کے باہر کا حصہ بالکل خالی تھا۔ خالی جگہ کے نیچے حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کا حجرہ تھا۔ والد صاحب رحمہ اللہ کے حجرہ سے زینہ میں آنے کے لئے حضرت قدس سرہٗ کے حجرہ کی چھت پر سے آنا پڑتا تھا تو حضرت بجائے اس چھت کے برابر کی منڈیر پر سے ہمیشہ گزرتے تھے جس کو والد صاحب دیکھتے تھے۔

(۱۰۰) شیخ کی طرف متوجہ رہنے کا عجیب واقعہ:

ایک عجیب واقعہ سنا کہ حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ اپنی سہ دری میں تشریف فرما ہوتے اور حضرت شیخ کتب خانہ میں مشغول ہوتے سہ دری کے باہر پہلے وسیع صحن ہے اس کے آخر میں دوسری منزل پر کتب خانہ ہے حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ جب حضرت شیخ کو طلب کرتے تو دربان سے آہستہ سے فرماتے کہ اُوپر سے مولوی زکریا کو بلالاؤ۔ وہ پوری بات نہ سن سکنے کی وجہ سے پوچھتا کہ حضرت کیا فرمایا؟ اتنے میں حضرت شیخ اوپر سے پکار کر جواب دیتے کہ حضرت حاضر ہو رہا ہوں۔ یہ قصہ بہت دفعہ پیش آیا۔

(۱۰۱) کوئی حدیث بلا وضو نہیں پڑھی:

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میرے ایک رفیق درس حسن احمد مرحوم تھے۔ والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے دورۂ حدیث میں میرے اور مرحوم کے دو اہتمام تھے۔ ایک یہ کہ کوئی حدیث ایسی نہ ہو کہ جو استاد کے سامنے پڑھنے سے رہ جائے۔

دوسرے یہ کہ بے وضو کوئی حدیث نہ پڑھی جائے۔ میرا اور مرحوم کا دستور یہ تھا کہ ہم میں سے جس کو وضو کی ضرورت پیش آ جاتی (اس لئے کہ پانچ چھ گھنٹے مسلسل سبق ہوتا تھا) وہ دوسرے کو کہنی مار کر یکدم اُٹھ جاتا اور دوسرا ساتھی فوراً ابا جان پر کوئی اشکال کر دیتا۔ اگرچہ اس کی نوبت تو بہت کم آتی تھی۔ مہینے دو مہینے میں اس کی نوبت آتی تھی اس لئے کہ صحت اچھی تھی۔ اس سیہ کار کا تو اس زمانے میں ظہر کے وضو سے عشاء پڑھنے کا معمول سالہا سال رہا پھر بھی کبھی نہ کبھی ضرورت پیش آ جاتی تھی۔ والد صاحب پہلی مرتبہ ہی سمجھ گئے تھے کہ یکدم ایک ساتھی اُٹھا ایک منٹ میں آستین اتارتا ہوا بھاگا آ رہا ہے اس سے ان کو اندازہ بھی ہو گیا تھا اور اس چیز سے ان کو مسرت بھی تھی۔ ایک مرتبہ حسن احمد مرحوم اللہ تعالیٰ ان کو بہت ہی بلند درجے عطا فرمائے۔ میرے کہنی مار کر اُٹھا اور اس کے اُٹھتے ہی میں نے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے عرض کیا کہ حضرت فتح القدیر میں یوں لکھا ہے اور بالکل بے سوچے کہا۔ اس فقرہ پر والد صاحب رحمہ اللہ بے ساختہ ہنس پڑے اور کتاب میں نشان رکھ کر اس کو بند کر کے مجھ سے فرمایا کہ جب تک حسن احمد آوے میں تمہیں ایک قصہ سنا دوں۔ میں تمہاری فتح القدیر سے کہاں لڑتا پھروں گا۔ چنانچہ ایک قصہ سنا دیا (اور وہ مرحوم واپس آ گئے) ہم دونوں کے وضو میں آدھے منٹ سے زائد وقت نہ لگتا تھا۔

(۱۰۲) مدینہ پاک، باب نساء قدیم:

حضرت شیخ اپنی حاضری پر مسجد نبوی (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کے خدام حضرات اغوات بواب وغیرہ پر ایک تو عمومی طور پر ہدایا تقسیم فرماتے ہیں پھر بعد میں جن دروازوں سے حضرت کا زیادہ جانا ہوتا ہے ان کے دربانوں کو کبھی کچھ پیش فرماتے رہتے ہیں۔ زیادہ تر باب جبرئیل اور باب عمر سے حاضری ہوتی ہے لیکن فرمایا کرتے ہیں کہ باب جبرئیل کے ساتھ والا دروازہ جو باب نساء قدیم کہلاتا ہے اس کے دربان کو بھی کچھ ضرور پیش کرو۔ ایک روز عرض کیا کہ وہاں سے تو جانا ہی کبھی نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ اس دروازہ سے میرے حضرت رحمہ اللہ جایا کرتے تھے اس وقت یہی ان کی قیام گاہ کے سامنے تھا اس فرمانے کے ساتھ ہی آنکھیں نم ہو گئیں۔

(۱۰۳) حضرت کا کھدر کا استعمال:

حضرت شیخ مدظلہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو کھدر سے عشق تھا اور

ولایتی کپڑوں سے نفرت تھی۔ یہ تو ساری دنیا کو معلوم ہے لیکن اس سیاہ کار کے حال پر ایک مزید شفقت یہ تھی کہ میرے بدن پر جب بھی بدیشی کرتہ دیکھتے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایسے زور سے چاک فرماتے تھے کہ نیچے تک وہ پھٹ جاتا تھا۔ حضرت قدس سرہٗ کی حیات تک ڈر کے مارے کھدر کا میرے یہاں بہت ہی استعمال رہا۔ چونکہ حضرت کی آمد کا کوئی وقت مقرر نہ تھا نہ دن نہ رات اس لئے گرمی میں بھی کھدر کا کرتہ جھک مار کر پہننا پڑتا تھا۔

احقر ناقل (محمد اقبال) سے حضرت مولانا عبداللہ صاحب دھرم کوٹی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب کو کھدر کا کرتہ پہننا گرمی کی شدت کی وجہ سے بہت دشوار ہو گیا تھا تو ململ پہنتے تھے مگر حضرت مدنی قدس سرہٗ کی آمد کی اطلاع ملنے پر جلدی سے ململ کا کرتہ نکالکر کھدر کا کرتہ پہنتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت مدنی قدس سرہٗ بدیشی کپڑے پہننے والے پر برس رہے تھے اور حضرت شیخ الحدیث کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ایسے ایسے مشائخ بھی ململ پہنتے ہیں تو حضرت شیخ نے کرتہ سامنے کر کے فرمایا کہ حضرت یہ تو کھدر ہے! حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا مجھے معلوم ہے میرے ڈر کی وجہ سے بدل کر آئے ہو۔ اس پر حضرت شیخ مدظلہٗ نے فرمایا۔

"کیا آپ کے کندھے پر بندوق رکھی ہے، میں نے تو اللہ کے ڈر کی وجہ سے پہنا ہے اس لئے کہ آپ اللہ کے مقبول ہیں آپ کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے"۔

(۱۰۴) اس کی صورت کہہ رہی تھی کہ وہ دھوکہ نہیں کرتا:

ع "والفضل ماشھدت بہ الاعداء"

ایک مرتبہ حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ رنگون سے تشریف لا رہے تھے یہ ناکارہ (حضرت شیخ مدظلہٗ) ایک دو روز سے پٹھان پورہ گیا ہوا تھا۔ یہ محلہ اسٹیشن سے کچھ دور تھا۔ مجھے یاد آیا کہ حضرت کی تشریف آوری ہو رہی ہے اور کبھی اسٹیشن پر حاضری کی توفیق نہیں ہوئی۔ گاڑی کا وقت قریب تھا اور پیسہ جیب میں ڈالنے کی عادت والد صاحب نے کبھی ڈالی ہی نہ تھی میرا خیال تھا کہ اسٹیشن پر بہت سے خدام ملیں گے کسی سے کہدوں گا کہ میرا بھی پلیٹ فارم لے لو۔ مگر جب میں اسٹیشن پر پہنچا تو گاڑی کا وقت بالکل قریب تھا اور سب خدام استقبال کے لئے اندر جا چکے تھے۔ میں ٹکٹ گھر کے قریب پہنچا اور وہاں بابو سے کہا کہ پیسے اس وقت میرے پاس نہیں ہیں اگر پلیٹ فارم بطور قرض دے سکتے ہو تو دیدو۔ اس نے کھٹ کر کے ایک پلیٹ فارم فوراً دیدیا۔ میں اندر جا پہنچا تو سب سے پہلے مولانا منظور احمد خاں صاحب رحمہ اللہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا چار پیسے جیب میں ہیں انہوں نے فرمایا بہت میں نے کہا کہ آپ کو تکلیف تو ہوگی آپ بابو

کو چار پیسے دے آدیں اور ان کا شکریہ بھی ادا کر آدیں، میں پلیٹ فارم قرض لے کر آیا ہوں۔ مولوی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ آپ کیوں میرا مذاق اڑاتے ہیں کہیں پلیٹ فارم بھی قرض مل سکتا ہے۔ میں نے کہا ملا تو نہیں کرتا لیکن جس کا سارا کاروبار قرض پر چلتا ہوا سے مل جاتا ہے۔ انہوں نے جانے سے انکار کر دیا تو میں نے کہا لاؤ دو چار پیسے مجھے دو گاڑی آنے والی ہے۔ کہنے لگے ہاں پیسے دیدوں گا۔ اور جیب میں پیسے لے کر ٹکٹ گھر کی طرف چلا تو وہ میرے پیچھے بہت تیزی سے ٹکٹ گھر کی طرف چلے اور جا کر اس سے پوچھا کہ کوئی شخص تم سے قرض پلیٹ فارم لے گیا ہے؟ اس نے کہا ہاں لے گیا ہے۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ کیا قرض پلیٹ فارم بھی مل سکتا ہے؟ اس نے کہا ملتا تو نہیں مگر اس کی صورت کہہ رہی تھی کہ وہ دھوکہ نہیں کر رہا ہے۔ (بابو سکھ تھا)

(۱۰۵) بذل کی رجسٹری کر والو:

جس زمانہ میں مصر میں بذل المجہود کی طباعت ہو رہی تھی اور اس کی تصحیح وغیرہ کے سلسلہ میں ہزاروں روپے خرچ کر کے انتظامات کئے جا رہے تھے تو حضرت مولانا شیخ سلیم صاحب رحمہ اللہ سابق مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ اتنا روپیہ خرچ کر کے اتنے اہتمام سے کتاب طبع کرا رہے ہیں اور اس کی رجسٹری کروائی نہیں اگر کوئی اس کا فوٹو لے کر چھاپ لے گا تو کتاب کو چوتھائی قیمت پر بیچ سکے گا اور آپ کی کتاب رہ جائے گی حضرت نے فرمایا کہ اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو فوٹو کروانے کی اجرت تو میں خود پیش کر دوں گا۔ اور بعد میں یہ کتاب میری بک جائے گی۔

(۱۰٦) بیعت کے وقت ہدیہ:

قبول ہدایا کے سلسلہ میں حضرت کے یہاں شروع میں زیادہ سختی تھی مگر اب بلا کسی وجہ کے قبول کرنے میں انکار نہیں فرماتے۔ اگرچہ قبول فرماتے ہی مہمانوں پر صرف کرنے کی نیت فرما لیتے ہیں اور کوئی خاص چیز ہو تو اپنے احباب یا خدام میں سے جس کو مناسب ہو اس کے لئے تجویز فرما دیتے (حتیٰ کہ حضرت رائے پوری قدس سرہٗ جب مرغا بھیجتے تو اس کا اہتمام فرماتے کہ حضرت کے مکان سے باہر ذبح کر کے پیش کیا جائے ورنہ حضرت شیخ تو زندہ ہی کسی کو دیدیں گے) لیکن اگر کوئی شخص بیعت سے پہلے یا بعد کوئی ہدیہ پیش کرے تو سختی سے انکار فرما دیتے ہیں اور کسی طرح بھی قبول نہیں کرتے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ یہ بیعت کے معاوضے کی شکل ہو جاتی ہے اور یہی معمول حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کا تذکرۃ الخلیل میں لکھا ہے۔ الخ

(۱۰۷) گرمی میں منہ پر کمبل:

حضرت کے جس طرح باقی سب حالات نرالے ہیں اسی طرح صحت وامراض کا مسئلہ بھی عجیب ہے کہ سر مبارک پر سردیوں میں بھی گرمی رہتی ہے اور کوئی کپڑا وغیرہ استعمال نہیں کر سکتے اور پاؤں، ٹانگوں

میں گرمیوں میں بھی سردی لگتی ہے گرمیوں میں گرم کمبل ٹانگوں پر رہتا ہے۔ عورتوں کو بیعت یا تلقین وغیرہ پردے کے پیچھے بٹھا کر اس کے محرم کے واسطے سے کرواتے ہیں۔ گرمی میں ایک دفعہ ایک بے پردہ عورت اپنی دردناک حالت سنانے کے لئے سامنے ظاہر ہوگئی تو حضرت نے فوراً ٹانگوں والا کمبل چہرۂ انور پر اوڑھ لیا وہ کچھ دیر تک بات سناتی رہی حضرت اسی طرح گرمی برداشت کرتے رہے۔

(۱۰۸) زمین حرم کی عظمت:

ایک حج میں حضرت کے معلم سید مکی کی موٹر حضرت کو حرم لانے لیجانے کے لئے مقرر تھی۔ ایک دفعہ نماز کے بعد حضرت حرم شریف سے باہر نکل آئے لیکن موٹر نہیں آئی کہ ڈرائیور کو کہیں دیر ہوگئی تھی۔ خدام نے دوسری موٹر لانے کے لئے عرض کیا مگر منظور نہیں فرمایا۔ اور فرمایا کہ بعد میں وہ بیچارہ آئے گا ہم انتظار کر لیتے ہیں۔ مگر حضرت کو معذوری کی وجہ سے کھڑا ہونا دشوار تھا وہیں زمین پر بیٹھنے کا ارادہ فرمایا تو خدام نے فوراً اپنے مصلّے بچھانے چاہے مگر حضرت نے اس کو قبول نہ کیا بلکہ بلا تکلف زمین پر بیٹھ گئے۔ خدام نے جب اصرار کیا تو فرمایا کہ تم اپنے لئے بچھالو۔ میں تو یہاں کا کتا ہوں زمین پر ہی بیٹھوں گا۔

مسجد نبوی علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام میں روزانہ کئی کئی گھنٹے بیٹھنا ہوتا ہے۔ حضرت چونکہ معذوری کی وجہ سے صرف چارزانوں ہی بیٹھ سکتے ہیں پاؤں پر کمبل ہوتا ہے لیکن حضرت کو اس بات کی کوشش اور اہتمام ہوتا ہے کہ ان کے پاؤں کا رُخ روضہ شریف کی طرف نہ ہو حالانکہ چارزانوں نشست میں سامنے کے پاؤں سیدھے نہیں ہوتے جس کو عرف میں پاؤں سامنے کرنا کہا جائے صرف انگلیوں کا رُخ ہوتا ہے مگر حضرت اس کو بھی نہیں ہونے دیتے۔

(۱۰۹) مواجہہ شریفہ پر حاضری:

حضرت شیخ نے فضائلِ حج میں تحریر فرمایا ہے کہ مسجد نبوی (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) میں سب سے افضل جگہ مصلّٰے شریف کی ہے جس کے ساتھ اسطوانہ حنانہ ہے اگر ممکن ہو تو زائر کو یہاں پہلے دونفل پڑھنا چاہیئے۔ مگر ۴۴ھ میں حضرت کا قیام یہاں سال بھر رہا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے سال بھر میں کبھی بھی وہاں کھڑے ہونے کی جرأت نہیں ہوئی اور اس کے بعد جب برابر حاضری ہونا شروع ہوئی تو بندہ نے دیکھا کہ صرف پہلی دفعہ ایک بار ۸۴ھ میں مواجہہ شریف پر حاضری دی اس کے بعد اقدام عالیہ کی طرف دیوار کے ساتھ جہاں عام طور پر فقراء بیٹھتے ہیں وہیں سے کئی گھنٹے صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہتے تھے اور عشاء کے بعد واپسی پر ریاض الجنۃ میں دونفل پڑھتے تھے۔ دوسرے روز بندہ کو خیال آیا کہ شاید ہجوم کی وجہ سے مواجہہ شریفہ پر نہیں جاتے اس لئے عشاء کے بعد عرض کیا کہ اب وہاں ہجوم نہیں ہے حاضری دے لیں۔ فرمایا کل حاضری دے دی تھی۔ بندہ

نے تیسرے روز پھر عرض کیا تو فرمایا کہ بھائی سامنے جانے کی ہمت نہیں کس منہ سے جاؤں۔ پہلی دفعہ تو مولوی سید اسعد صاحب کے ساتھ حاضر ہو گیا تھا، تم ضرور حاضری دیکر آ ؤ۔ اس کے بعد اب تک سامنے نہیں آئے۔

آج مورخہ ۱۸ محرم ۹۷ھ کو ایک خط کے جواب میں لکھوایا کہ زیارت کی تمنا تو مبارک ہے مگر یہ وہبی چیز ہے اور بندہ سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تو کئی دفعہ زیارت ہوئی لیکن خود اس کی تمنا کبھی نہیں ہوئی کیونکہ خیال ہوتا ہے کہ کس منہ سے سامنے جاؤں''۔

(۱۱۰) چکی کا پاٹ:

حضرت شیخ مدظلہٗ کی اپنی ذاتی آراء کے بارے میں تواضع:

حضرت مدظلہٗ نے درس بخاری شریف کی شروع کی تقریر میں فرمایا کہ ایک بات جملہ معترضہ کے طور پر سن لو۔ وہ یہ ہے کہ میں کہیں بسا اوقات درس بخاری میں بڑے زور سے یہ کہوں گا کہ یہاں ایک چکی کا پاٹ ہے تشریح اس کی یہ ہے کہ جو بات نہ تو میں نے اپنے بڑوں سے سنی ہو اور نہ ہی کسی کتاب میں دیکھی ہو بلکہ اپنی ذاتی رائے ہو اس کو میں چکی کے پاٹ سے تعبیر کرتا ہوں'' اور دراصل یہ ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک جاہل آدمی کو چند لوگوں نے اپنا پیر بنالیا اور ہر بات اس سے دریافت کرتے اور پوچھتے کہ حضرت یہ کیا ہے؟ عرب میں ہاتھی نہیں ہوتا ایک مرتبہ کہیں سے آ گیا اور کسی جنگل میں کسی ریت پر گزرا جس کی وجہ سے اس کے پیروں کے بڑے بڑے نشانات ریت پر جم گئے۔ ان پیر صاحب کے چیلوں کو وہ نشان نظر پڑا اُن کے لئے یہ عجب چیز تھی۔ فوراً اپنے گرو کے پاس آئے اور عرض کیا کہ حضرت ایک چیز ہے اس کو بتا دیجئے انہوں نے پہلے تو جانے کے لئے عذر کیا مگر مریدوں کے اصرار پر وہاں پہنچ کر خوب غور سے اس کو دیکھا۔ اس کے بعد پہلے تو روئے پھر ہنسے۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت پہلے تو ایک بات قابلِ دریافت تھی اور اب تین باتیں قابل اشکال ہیں۔ اول تو یہ کہ آپ ہنسے کیوں۔ دوسرے یہ کہ پھر روئے کیوں۔ تیسرے یہ کہ یہ کیا چیز ہے۔

انہوں نے جواب دیا کہ رونا مجھے اس پر آیا کہ ابھی تو میں تمہارے درمیان موجود ہوں جب مر جاؤں گا تو تم کو ان اہم اشیاء کا پتہ کون دے گا میرے بعد تو کوئی ایسا ہے نہیں۔ اور ہنسا اس پر کہ مجھے خود بھی اس کا پتہ نہیں۔ ان لوگوں نے کہا حضرت آپ اتنی تواضع نہ فرمائیے آپ کو تو یہ ضرور معلوم ہوگا۔ پیر صاحب نے بہت غور کے بعد فرمایا اب میری سمجھ میں آیا کہ یہ چکی کا پاٹ ہے اور واقعہ یہ ہوا ہوگا کہ کوئی عورت چکی کا پاٹ بھول گئی ہوگی وہ یہاں پڑا تھا۔ ایک ہرن اس طرف سے بھاگا ہوا گزرا اسکا پیر اس میں پھنس گیا وہ اس کو لے کر بھاگا جس کے یہ سب نشانات ہیں''۔

بہرحال جب میں یہ کہوں کہ یہاں چکی کا پاٹ ہے تو سمجھ لو کہ وہ میری اپنی رائے ہے اور بھائی

تواضع سے نہیں کہتا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ میری تحقیقات ایسی ہی ہیں۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ حضرت کے اس تواضع کے جملہ میں قدرتی طور پر ایک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اپنی رائے مبارک اکثر دیگر اقوال نقل فرمانے کے بعد بیان فرمایا کرتے ہیں اور وہ چکی کے پاٹ کی طرح سب پر وزنی ہوتی ہے۔ جس کا دِل چاہے حضرت کی تقریروں کو ملاحظہ کر کے اس حقیقت کو دیکھ لے۔

(۱۱۱) حضرت مدظلہٗ کا درس حدیث میں انہماک و پابندی:

ڈاکٹر مولانا تقی الدین صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس جس انہماک، دلسوزی، نشاط و سرگرمی تیاری و پابندی سے درس دیتے تھے اب اس کی صحیح تصویر کشی مشکل ہے ایک دفعہ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی ساری سڑک پر گھٹنوں گھٹنوں پانی بھر رہا تھا یہ ناکارہ مدرسہ قدیم میں کتاب لئے ہوئے منتظر تھا کہ بارش کم ہو تو سبق میں حاضر ہوں مگر بارش اسی زور وشور سے ہو رہی تھی۔ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مدظلہٗ العالی اس وقت مدرسہ قدیم میں تشریف رکھتے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ حضرت اقدس آج بھی درس میں تشریف لے گئے ہوں گے انہوں نے کہا بظاہر تو مشکل معلوم ہوتا ہے۔ باہر سے معلوم کرلو۔ میں مدرسہ کے دروازہ پر آیا وہاں فروٹ بیچنے والے سائبان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت تو دیر ہوئی تشریف لے گئے یہ بے بضاعت جلدی جلدی دارالعلوم میں حاضر ہوا اور وہاں بجلی بھی غائب تھی۔ دارالعلوم میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ مگر درس شروع ہو چکا تھا۔ یہ ناکارہ چپکے سے جا کر بیٹھ گیا کہ مبادا نظر پڑ جائے، مگر حضرت نے دیکھ لیا۔ فرمایا جانتے ہو کیسے آیا ہوں۔ اپنے مکان سے چلا تو ایک ہاتھ میں بخاری شریف کا پارہ اور دوسرے میں چھتری تھی۔ جوتے ہاتھ میں نہیں لے سکتا تھا نصف راستے تک آیا تو ایک رکشہ والا مل گیا اس نے اصرار سے مجھے بٹھایا اور یہاں لاکر میرے پیروں کو اور پائجامہ کے نیچے کا حصہ دھویا اور دارالحدیث پہنچا گیا۔ یہ ناکارہ یہ سن کر پانی پانی ہو گیا۔

حضرت والا پان کا استعمال بہت کثرت سے فرماتے تھے مگر کئی کئی گھنٹے کے درس میں کبھی پان استعمال نہیں فرمایا اور اس سے بھی بڑھ کر روز ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ انتہائی کمزوری اور معذوری اور بڑھاپے کی حالت ہوگئی ہے اس حالت میں سخت گرمی میں کولر سے نکل کر دھوپ میں سے ہو کر لُو میں گھنٹوں حرم شریف میں بیٹھنا اور اسی طرح سخت سردی میں ہیٹر کے سامنے سے اُٹھ کر سردی اور ہوا میں نماز کے لئے جانا اور وہاں بیٹھنا ہوتا ہے۔

(۱۱۲) دعوت میں بلا اجازت شرکت کی ممانعت:

حج میں حضرت کا وقوف عرفہ سید مکی مرزوقی کے خیمہ میں ہوتا ہے حضرت کے ساتھ چند مخصوص خدام بھی ہوتے ہیں جو کہ سید مکی مرزوقی کے حاجی ہوتے ہیں۔ لیکن دعاء میں شامل ہونے کے لئے

خدام کی ایک بڑی تعداد حضرت کے خیمہ کے اندر اور باہر حاضر ہو جاتے ہیں یہ حجاج دوسرے معلموں کے حجاج ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ جب حسب دستور حجاج کے لئے سید مکی کی طرف سے کھانا آنا شروع ہوا تو حضرت نے دیکھا کہ کھانا بہت ہے لیکن ضابطہ میں یہ صرف انہیں حضرات کا ہوگا جو مکی کے حاجی ہیں یا جنہوں نے مکی کے چشمے کے پیسے داخل کئے ہیں لیکن مجمع میں وہ خدام بھی ہیں جو مکی کے حاجی نہیں یہاں صرف زیارت ودعاء کے لئے حاضر ہوئے ہیں کہیں یہ حضرات تبرک کے شوق میں کھانے میں شریک نہ ہو جائیں اگر چہ نہ تو کھانے میں کوئی کمی تھی نہ معلم صاحب کی طرف سے اشارۃً بھی کسی کو روکنے کا امکان تھا۔ لیکن حضرت نے باوجود اس وقت کی یکسوئی کے کہ بات کرنا گوارہ نہ تھی بڑے اہتمام سے خود اعلان فرمایا کہ جو حضرات ان معلم صاحب کے حاجی نہیں وہ کھانے میں ہرگز شریک نہ ہوں ان کو بلا اجازت کھانا حرام ہے۔ پھر دو تین دفعہ پکار کر اعلان کروا دیا۔

(۱۱۳) آئی ہوئی چیز کی واپسی کا اہتمام:

ہدایا کے خالی برتنوں کی واپسی کا اہتمام تو حضرت کے خدام روزانہ دیکھتے ہیں ۱۳۸۹ھ میں مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں الحاج مولانا عبدالحفیظ صاحب کے چچا جان زمزم کا ایک ڈرم لائے، چار پانچ روز کے بعد جب واپسی کے لئے مصافحہ کرنے مدرسہ علوم شرعیہ میں آئے تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ ڈرم واپس مل گیا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ حضرت کا زمزم شریف چار جگہ ہوتا تھا۔ مدرسہ علوم شرعیہ، مسجد نور، بھائی حبیب اللہ صاحب کے مکان پر اور بندہ کے غریب خانہ میں اور ہم خدام بھی کئی تھے لیکن ایسی چیزوں کے نگران اور ذمہ دار جناب الحاج بھائی ابوالحسن صاحب تھے اس وقت کسی کو معلوم نہ تھا کہ ڈرم کہاں ہے مولانا سید اسعد صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت کو اب تک ڈرم واپس نہ کرنے پر گرانی ہوئی۔ غصہ کا عالم تھا۔ مولانا اسعد صاحب نے دبی زبان سے کہا بھی یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ اس وقت واپسی کی ضرورت نہیں ہے مگر انہوں نے یعنی چچا جان نے سنا یا سمجھا نہیں۔ ہم سب پر خوب ڈانٹ پڑتی رہی ایک صاحب سائیکل پر مسجد نور گئے وہاں سے ڈرم لا کر بھائی حبیب اللہ کے یہاں خالی کیا اس میں دیر تو لگنی ہی تھی۔ حضرت مغرب کی نماز کے لئے وضو فرما کر بجائے حرم شریف جانے کے دوبارہ کمرہ میں آ بیٹھے کہ جب تک ڈرم نہیں آ جاتا میں حرم شریف بھی نہ جاؤں گا یہیں نماز پڑھ لوں گا۔ ہم سب پر سکتہ کا عالم طاری تھا۔ چہرے فق تھے کہ ڈرم کا کچھ پتہ نہ تھا اگر حضرت کی حرم شریف کی جماعت چلی جاتی تو سخت مصیبت کا خطرہ تھا کیونکہ حضرت کے یہاں حرم شریف کی نماز کا بھی بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ آخر خدا خدا کر کے اذان سے پہلے ڈرم آ گیا اور ان کے سپرد ہوا۔ ناواقف حضرات کے لئے یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ ڈرم لانے والے صاحب کے سارے خاندان سے حضرت والا کے بہت گہرے تعلقات ہیں۔ ذرہ برابر اجنبیت نہیں۔ اگر ان کو اس شدت اہتمام کا وہم بھی ہو جاتا تو ڈرم کی واپسی کا شروع ہی میں انکار کر دیتے۔

(۱۱۴) ہدیہ کی ترغیب یا تحریک کے شبہ سے ناگواری:

۸۹ھ کے قیام مدینہ منورہ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ حضرت والا کے ایک مخلص خادم بھائی حبیب اللہ صاحب دہلوی ثم المدنی نے بندہ سے کہا کہ میں نے حضرت شیخ کے لئے ایک تھرمس خرید رکھا ہے اس کو پیش کرنا ہے ابھی پیش کر دوں یا حضرت کی ہندوستان روانگی کے وقت پیش کروں؟ بھائی حبیب اللہ بندہ کے بھی خاص دوست ہیں اس لئے بے تکلفی سے کہدیا کہ جب جی چاہا ہو پیش کردو اور نیک کام میں کیا دیر کرنا۔ ایک صاحب نے بھائی حبیب اللہ صاحب کا مجھ سے پوچھنا تو سنا نہیں لیکن میرا جواب سن اور حضرت اقدس کے سامنے ذکر بھی کر دیا۔ حضرت والا کو شبہ ہوا کہ بندہ نے بھائی حبیب اللہ کو تھرمس پیش کرنے کی ترغیب دی ہے۔ حضرت کو بہت ناگوار گزرا۔ ان دنوں بیمار تھا ہر وقت حاضر خدمت نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لئے حکم آیا اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت بہت غصہ میں ہیں۔

حرم شریف سے نکلتے ہی بندہ نے سلام عرض کیا۔ حضرت نے سلام کے جواب کے ساتھ ہی فرمایا تم پر میرے قیام کا بوجھ بہت پڑ رہا ہے اب ہم چلے ہی جائیں گے، اتنا فرما کر حضرت قیام گاہ کی طرف روانہ ہو گئے، بندہ نے ساتھیوں سے ناراضگی کا سبب پوچھا پتہ چلا کہ تھرمس کی بات ہے۔ بندہ نے اسی وقت بھائی حبیب اللہ کو ساتھ لے لیا کہ اصل واقعہ وہ خود بیان کر دیں۔ حضرت نے کمرہ میں داخل ہوتے ہی پھر فرمایا ''بہت طویل قیام ہو گیا ہے'' بندہ رو رہا تھا، روتے روتے عرض کیا حضرت میں نے تو کسی سے بھی تھرمس کے لئے نہیں کہا۔ بھائی حبیب اللہ باہر کھڑے ہیں۔ ان سے اصل واقعہ دریافت فرمالیں۔ حضرت والا پر اصل معاملہ ظاہر ہو گیا اور حضرت نے دیکھا کہ بیمار بھی ہے اور زار وقطار رو بھی رہا ہے۔ معاف فرما دیا اور اس سلسلہ میں کچھ پوچھ کچھ نہیں فرمائی بلکہ دوسری بات شروع فرما دی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد کسی سلسلہ میں فرمایا کہ میرے لئے کسی چیز کی ضرورت محسوس کرو تو بلا تکلف مجھ سے پیسے لے جایا کرو میں نے عرض کیا کہ اخراجات کے لئے پہلے ہی میرے پاس کافی رقم جمع کروا رکھی ہے۔ فرمایا میں نے احتیاطاً کہا ہے۔

عید الفطر ۱۳۹۰ھ کی رات حضرت شیخ زادمجدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کی ایک ایک ادا دانتوں سے پکڑنے کے قابل ہے۔ میں نے سنا ہے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تیس تاریخ کو اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے تراویح پڑھتے تھے۔ اگر آج چاند نہ ہوا ہوتا تو میرا ابھی یہی ارادہ تھا کہ عبدالرحیم سے کہوں کہ الم تر کیف سے تراویح پڑھا دے۔ چونکہ تراویح اس سال موصوف ہی نے پڑھائی تھی۔ اس کے بعد ۱۳۹۷ھ کے رمضان المبارک میں انتیسویں (۲۹) کی رؤیت نہیں ہوئی تو فرمایا کہ میری تمنا کئی سالوں سے تھی کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی اتباع میں اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے تراویح سن لوں چنانچہ مولانا سلمان صاحب (جو تراویح پڑھانے والے تھے) کو حکم فرمایا کہ آج کی تراویح

الم تو کیف سے ہوئی۔ چنانچہ حضرت کی دیرینہ خواہش پوری ہوگئی۔ اکابر سے محبت و تعلق انتساب کا تقاضا اور اس کا اصلی نفع اس بات میں مضمر ہے کہ ان کے اخلاق و عادات اور معاملات میں زیادہ سے زیادہ اتباع کی کوشش کی جائے اور انہیں صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے احقر کو ناشرین کاتبین اور ناظرین کو اکابر کے فیوض و برکات سے نواز ے خصوصاً ان کے تواضع و تقویٰ کا کوئی حصہ عطا فرمائے''۔ آمین

اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلٰهَا وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ

محمد اقبال

شب جمعہ ٦ محرم الحرام ١٣٩٨ھ۔ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا و کرامۃ۔

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسائل متعلقہ تقویٰ

بندہ نے حضرت مرشد پاک دام مجدہٗ کی تعمیل ارشاد میں اکابر کے تقویٰ کے چند واقعات حضرت ہی کی کتب سے نقل کر دیئے ہیں اور اس کے ساتھ حضرت کی بلا اجازت فصل پنجم میں حضرت کے کچھ واقعات اپنی یاد سے لکھدیئے ہیں اللہ تعالیٰ لکھنے والے۔ پڑھنے والوں میں تقویٰ کے جذبات پیدا فرمائیں۔

دینی جذبات کے حصول کا اصل ذریعہ تو اہل اللہ کی محبت وعقیدت کے ساتھ ان کی طویل صحبت ہے لیکن ہر شخص کو اس کا موقع نہیں ملتا اس لئے طویل صحبت کا بدل بزرگوں کی تصانیف اور ان کے واقعات کا پڑھنا ہے لیکن اصل اور بدل کے فوائد میں کافی فرق ہوتا ہے۔ تحریر کے ذریعہ استفادہ میں ایک خامی یہ ہوتی ہے کہ بعض الفاظ جن کا غلط استعمال ہوتا ہے ان سے پورا مفہوم سمجھنا مشکل ہوتا ہے اس لئے واقعات کے ذیل میں بعض امور کی وضاحت اور متعلقہ مسائل بھی بیان ہو جانے مفید ہیں، مثلاً توکل کا لفظ ہے جس کے معنیٰ اللہ پر بھروسہ کرنا ہے کہ سب امور میں وہی کارساز ہے اسباب میں وہی مؤثر ہے اور اس کے علاوہ سب کچھ وہم کے درجہ میں ہے۔ یہ بات یعنی توکل، توحید کا ثمرہ ہے اب یہ صفت جس کے اندر ہوگی وہ اپنے سارے کاموں میں کامیابی، ناکامی کسی چیز کے حاصل ہونے یا نہ ہونے میں صرف اللہ پاک پر نظر رکھے گا اور متعلقہ اسباب کو اختیار نہ کرنے یا کرنے میں شرع کے مقررہ درجات کے مطابق عمل کرے گا کہ کس جگہ سبب کو اختیار کرنا مباح ہوگا کس جگہ مستحب یا سنت، کس جگہ فرض اور کس جگہ حرام ہوگا۔ لیکن اب توکل مطلق اسباب کو چھوڑنے کا نام ہو گیا ہے اور وہ بھی آمدنی کے معروف حلال اسباب تجارت مزدوری وغیرہ کو چھوڑنے کا نام ہے جب کہ اس کے ساتھ آمدنی کے ناجائز اسباب پر نظر رکھی جاتی ہے۔ مثلاً سوال کرنا خواہ زبان سے ہو خواہ صورت حال سے ہو یا دل کی توجہ سے ہو اور ان راستوں کی تدابیر اور تشکیل کی جاتی ہے۔ جس میں جتنی لیاقت ہوتی ہے وہ اس کے مطابق مہذب اور باریک طریقے اختیار کرتا ہے لیکن کسب حلال کے علاوہ باقی ساری ضروریات زندگی میں سارے اسباب وتدابیر کو دوسرے غیر متوکل عوام کی طرح یہ متوکل صاحب بھی اختیار کرتے ہیں حالانکہ اگر توکل کی وجہ سے کاروبار چھوڑا ہوا تھا تو دوسری ضروریات کے اسباب میں بھی زیادہ پریشان نہ ہوتا۔

اسی طرح جب تقویٰ کا لفظ بولا جاتا ہے تو صرف کھانے پینے اور پاک وناپاک کے متعلق دور دور کے توہمات مشکوک اور تکلفات نکالنے کو تقویٰ سمجھا جاتا ہے لیکن مال کے حاصل کرنے اس کے خرچ

کرنے اور لوگوں کے حقوق پورا کرنے میں، معاملات میں، اخلاق میں یہ تقویٰ والی پرہیزی غذا کھانے والا متقی سب کام اسی طرح کے کرتا ہے جس طرح ایک غیر متقی عامی کرتا ہے بلکہ متقی نہ کہلانے والے عوام تو کچھ ڈر بھی جاتے ہیں لیکن یہ نام نہاد متقی تو اپنے کو دودھ ہی سمجھتے ہیں چاہے دھوکہ دیں، وعدہ خلافی کریں، قرض لے کر بھول جائیں، اپنا کام نکالنے اپنا مطلب پورا کرنے میں کسی قسم کی تکلیف تنگی حق تلفی کا بالکل احساس نہ کریں ان کے تقویٰ اور بزرگی میں کسی بات سے بھی فرق نہیں آتا جیسا کہ بی بی تمیزہ کا وضو جو کسی بدکاری سے بھی نہیں ٹوٹتا۔

توکل اور تقویٰ کے بیان میں کتابوں میں بھی زیادہ تر کھانے پینے ہی کے متعلق بحث ہوتی ہے اسی شعبہ کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی ضروریات میں سب سے بڑی ضرورت کھانے پینے ہی کی ہے جس کی طرف بہت مضطرب ہوتا ہے اس لئے خورد ونوش کے شعبے کو اہمیت تو ہے لیکن جب حقیقی تقویٰ کی صفت پیدا ہوتی ہے تو اس کا اثر زندگی کے تمام شعبوں میں آنا ضروری ہے اور اگر صرف ایک ہی شعبہ میں نظر آئے تو اس میں محض تکلف اور بناوٹ سمجھنا چاہئے اور وہ اتباع ہواء نفس اور تکبر کی علامت ہوتی ہے چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک آدمی حلال کھانے میں تو کسی شک کی وجہ سے پرہیز کرتا ہے۔ لیکن غیبت کر کے اپنے مردار بھائی کا گوشت بلا تکلف کھاتا کھلاتا ہے۔

گزشتہ اوراق میں اکابر کے جو تقویٰ کے واقعات لکھے ہیں ان میں آپ نے دیکھا کہ اگر وہ حضرات مدرسہ کے مطبخ کے سالن کا نمک بھی خود نہیں چکھتے تھے تو دوسری طرف مدرسہ کے اوقات میں سے ایک منٹ بھی اپنے حساب میں خرچ نہ فرماتے تھے اور تعلیم کے علاوہ مدرسہ کے قالین پر تھوڑی دیر بیٹھنا گوارہ نہ کرتے تھے۔ اگر حضرت شیخ مدرسہ کا کھانا اپنے لئے قیمتاً اس لئے نہ لیتے تھے کہ کھانا اتارنے والا ان کے ساتھ ترجیحی معاملہ کرے گا تو دوسری طرف مدرسہ کا کام پوری محنت اور غیر معمولی پابندی کے ساتھ کرنے کے بعد جو معمولی تنخواہ لی تھی اس کو مدرسہ کے حقوق میں کوئی کوتاہی ہو جانے کے شبہ پر واپس کیا۔ حالانکہ اس تنخواہ کے لینے میں بھی حضرت کا یہ تقویٰ ہی کا جذبہ تھا کہ اپنے شیخ کی اتباع وادب کی وجہ سے لیتے تھے جیسا کہ حضرت کے جد اعلیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار پر بیت المال سے تھوڑا سا وظیفہ قبول کرنے کے بعد وفات کے وقت اس کے عوض میں اپنا ایک باغ دے دیا تھا۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ شبہ کی بناء پر اگر بازار کا سالن نہ کھاتے تھے تو سفر کے لئے گاڑی کرایہ کرنے پر گاڑی والے کو اپنا سامان پہلے دکھلا لیا کرتے تھے۔ بعد میں مالک کی اجازت کے بغیر ایک کاغذ کے پرزہ کا بھی اس پر اضافہ گوارہ نہ فرماتے تھے۔

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ اگر اشراف نفس کے شبہ سے کسی وقت ہدیہ قبول نہ فرماتے تھے تو

دوسری طرف بغیر محصول ادا کئے کسی کا بھی اپنے ساتھ لیجانا گوارہ نہ فرماتے تھے چاہے بلا سے بنے ہوئے مسلم ملازمین بغیر محصول لیجانے کا کتنا ہی اصرار کرتے۔ حضرت مولانا گیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اگر شرعی فتویٰ کی بجائے اپنے دل کے فتویٰ پر عمل کیا تو مال بچانے کے لئے نہیں لیا بلکہ اپنی زمین بیچ کر مدرسہ کو مال دینے کے لئے لیا۔ الغرض حقیقی تقویٰ وہی ہے جس کا ظہور زندگی کے تمام شعبوں میں ہوا۔ اب تقویٰ کے مضمون کی مزید وضاحت کے لئے رسالہ تبلیغ دین میں سے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان اختصاراً نقل کرتا ہوں۔

تقویٰ کے چار درجے ہیں:

پہلا درجہ:

جن چیزوں یا جس مال کی حرمت پر علماء دین اور فقہائے شریعت کا فتویٰ ہے ان کا استعمال نہ کرو، کیونکہ ان کے استعمال سے آدمی فاسق بن جاتا ہے یہ تو عام مومنین کا تقویٰ کہلاتا ہے)۔

دوسرا درجہ:

صلحاء کا تقویٰ ہے۔ یعنی مشتبہ چیز سے بھی پرہیز کرنا۔ کیونکہ علماء شریعت نے ظاہری حالت دیکھ کر اگرچہ مشتبہ کو حلال کہہ دیا ہے مگر چونکہ اس میں حرمت کا احتمال ہے اور اس وجہ سے وہ شے مشتبہ کہلاتی ہے لہٰذا صلحاء اس کو بھی استعمال نہیں کرتے۔ (مشتبہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز میں ایک دلیل حلت کی ہو اور دوسری دلیل حرمت کی ہو تب وہ مشتبہ ہے نہ یہ کہ حلت کی تو دلیل ہو۔ لیکن حرمت کی شرعی دلیل نہ ہو۔ محض وہم و ظن ہو تو اس صورت میں وہ چیز مشتبہ نہ کہلائے گی)۔

تیسرا درجہ:

اتقیاء کا تقویٰ ہے جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مسلمان جب تک خطرہ والی چیزوں میں مبتلا ہونے کے اندیشہ سے بے خطر چیزوں کو بھی ترک نہ کرے گا اس وقت تک اتقیاء کے درجے کو نہ پہنچے گا۔ بعض اتقیاء کے نزدیک وہی مال حلال اور قابل استعمال ہے جس میں بالفعل نہ کسی قسم کا شبہ ہو اور نہ آئندہ کسی آفت کا خطرہ یا احتمال ہو۔

چوتھا درجہ:

یعنی جس چیز کے کھانے سے عبادت وطاعت پر قوت حاصل نہ ہو اس سے پرہیز کرنا یہ درجہ تو چونکہ آسان نہیں ہے اس لئے صرف ثقہ مسلمانوں کا تقویٰ تو ضرور حاصل کرو کہ ان چیزوں کے پاس نہ پھٹکو جن کی حرمت پر علماء دین کا فتویٰ ہے اور اس کے ساتھ دو چیزوں کا اور بھی خیال رکھو۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرات فقہاء نے جو مسائل شرعیہ کے متعلق حیلے بیان کئے ہیں ان کی جانب (اپنی مصلحت منفعت کے لئے) التفات نہ کرو۔

مجمع میں سوال کرنے کی قباحت اور ظاہری دینداری سے دنیا کمانے کی برائی

اسی طرح کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ کیونکہ بھیک مانگنا بری بات ہے اسی طرح اپنی وجاہت یا معمولی اخلاق تعلق کی بناء پر کسی سے مال یا خدمت کی فرمائش کرنا بھی سوال میں داخل ہے صرف شکل مہذب ہے۔ دوسری بات یہ کہ بعض جگہ خصوصی تعلق ایسے ہوتے ہیں جہاں سوال معیوب نہیں بلکہ بعض دفعہ مستحسن ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں غور سے فرق کر لینا چاہئے اگر سخت ضرورت کے وقت سوال کرنے کی نوبت آئے تو اس کا ضرور خیال رکھو کہ مجمع میں سوال نہ کرو کیونکہ اکثر ایسی حالت میں دینے والا جو کچھ بھی تم کو دے گا وہ اپنے مجمع میں ذلت اور رسوائی اور ہم چشموں میں سبکی کے خیال سے دیگا اور اس کو بطیب خاطر دینا نہیں کہتے۔ پس ایسا دیا ہوا مال استعمال کے قابل نہیں ہے چونکہ کسی کے بدن پر مار کر لینا یا کسی کے دل پر شرم اور دباؤ کا کوڑا مار لینا دونوں برابر ہیں، نیز اپنے دین کو ذریعہ کسب نہ بناؤ۔ مثلاً صلحاء فقراء کی سی صورت اس نیت سے نہ بناؤ کہ ہمیں بزرگ سمجھ کر لوگ دیں گے حالانکہ تم بالکل کورے ہو اور تمہارا دل گندگی سے آلودہ ہے۔ یاد رکھو کہ دوسروں کا دیا ہوا مال تمہیں اس وقت حلال ہے جب کہ تمہاری چھپی ہوئی حالت ایسی نہ ہو کہ اگر دینے والا اس سے آگاہ ہو جائے تو ہرگز نہ دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تم نے صورت بزرگوں کی سی بنائی اور تمہارے دل میں خواہشات نفسانی کا ہجوم ہے اور ظاہر ہے کہ دینے والے نے جو کچھ تم کو دیا ہے وہ صرف تمہاری صورت دیکھ کر دیا ہے کہ اس کو تمہاری باطنی گندگی کی بالکل خبر نہیں ہے تو اگرچہ علماء شریعت جو ظاہری انتظام کے متکفل ہیں اس مال کو حلال بتلائیں گے مگر صاحب بصیرت حرام کہے گا اور اس کو استعمال میں لانے کی ہرگز اجازت نہ دے گا۔

قلب سے فتویٰ لینے کی ضرورت:

دوسری بات جس کا خیال کرنا ضروری ہے یہ ہے کہ علماء کے فتویٰ پر اکتفا نہ کیا کرو اپنے دل سے بھی پوچھا کرو کہ اس معاملہ میں دل کیا کہتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تم اپنے دل سے بھی فتویٰ لیا کرو اگرچہ مفتی فتویٰ دے چکیں (اس کی بہترین مثال فصل نمبر ۲ میں حضرت مولانا منیر صاحب رحمہ اللہ کے قصہ میں ہے کہ مفتی صاحب نے فقہ کا یہ قاعدہ دیکھ کر کہ امانت بغیر تعدی کے ضائع ہو جائے تو امانت دار پر ضمان نہیں ہے۔ فتویٰ دیدیا کہ امانت کے ضیاع پر مولانا پر ضمان نہیں ہے۔ لیکن آخرت کے معاملہ میں فکرمندی اور تقویٰ کی وجہ سے حضرت کا دل مطمئن نہیں ہوا۔ ان کو یہ شک ہوا ہوگا کہ شاید مجھ سے روپے کی حفاظت میں کوتاہی ہوئی ہو۔ مفتی صاحب کا فتویٰ اپنی جگہ پر

صحیح ہے لیکن مسئلہ کی جو صورت ہے وہ حقیقتاً پیش آئی بھی ہے یا نہیں۔ اس لئے حضرت نے اپنے دل کی چبھن دور کردی اور مدرسہ کے خرچہ میں اپنی زمین کو بیچ کر لگا دیا۔

نفس کو تشدد سے بچانا چاہئے:

نفس پر زیادہ تشدد بھی نہ کرو مثلاً کہنے لگو کہ ایسا مال کہاں ہے جو مشتبہ بھی نہ ہو اور کسی ظالم یا فاسق کے ہاتھ میں نہ ہو کر آیا ہو اور جب ایسا مال نہیں مل سکتا تو یا تو انسان جوگی بن کر گھاس پات کھانے پر قناعت کرے اور ایسا نہ کر سکے تو بیباک ہو کر جو چاہے کھائے پئے ایسا خیال کرنا گمراہی ہے۔ بات یہ ہے کہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے بین بین کی چیزیں مشتبہ کہلاتی ہیں (مضمون حدیث بخاری و مسلم) مگر تم کو صرف اتنی تکلیف دی گئی ہے کہ جو مال شرعاً حلال ہے اس کے حرام اور نجس ہونے کا کوئی ظاہری سبب تم کو معلوم نہیں تو اس کو حلال سمجھ کر کھاؤ پیو۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ مشرک آدمی کے مشکیزے سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عیسائی عورت کے گھڑے سے وضو کیا اور اگر پیاس ہوتی تو پی بھی لیتے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ خواہ مخواہ وہم کرنا کہ خدا جانے یہ پانی پاک ہے یا ناپاک جائز نہیں ہے۔ (جب جائز نہیں تو ایسی احتیاط کرنے والا متقی نہیں وہمی کہلائے گا)

عارض کی تحقیق نہ ہونے پر اصل پر عمل کرنا چاہئے:

جب پانی کے ناپاک ہونے کی بظاہر تم کو کوئی وجہ معلوم نہیں تو اس کو پاک ہی سمجھنا چاہئے اسی طرح جو حلال سے کسی ایسے آدمی کے ہاتھ میں پاؤ جس کا حال تم کو معلوم نہ ہو تو اس کو پاک سمجھو اور مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن رکھو اور یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں کے پاس جو کچھ مال ہے وہ حلال ہے اور پاک ہی کمائی کا ہوگا۔ اس کی دعوت قبول بھی کر لیا کرو خصوصاً جب کہ مسلمان صالح اور دیندار ہو۔ ہاں البتہ ظالم بادشاہ، سود خور شراب بیچنے والے کا مال جب تک یہ نہ پوچھ لو کہ کس حلال طریقہ سے کمایا ہے حلال نہ سمجھو۔ پس اگر تحقیق کے بعد معلوم ہو جائے کہ سود یا ظلم کی کمائی اور شراب کی قیمت نہیں ہے تو اس کا لینا بھی حرام نہیں ہے اور اگر کسی کے پاس غالب حصہ حلال آمدنی کا ہے اور کم حصہ حرام کا تو اس کا کھانا بھی حلال ہے البتہ اگر نہ کھاؤ تو تقویٰ ہے۔ دنیا میں چھ قسم کے آدمی ہیں اور ہر ایک کے ساتھ معاملہ کا جدا حکم ہے جس کو ہم نمبروار بیان کرتے ہیں۔

مال کی حلت و حرمت کی شناخت:

پہلی قسم:

وہ آدمی ہیں جن کی صورت کسب اور دینداری اور بددینی کا حال کچھ بھی معلوم نہیں ہے ایسے لوگوں کا دیا ہوا مال حلال ہے۔ اور اس سے پرہیز کرنا ضروری نہیں۔

دوسری قسم:

وہ صلحاء جن کی دینداری کھلی ہوئی اور کمائی کا مشروع طریقہ ظاہر ہے ان کے مال میں شبہ کرنا وسوسہ بلکہ اگر ان کو اس کے پرہیز کرنے سے رنج ہو تو ایسا تقویٰ بھی حرام اور معصیت ہے۔

تیسری قسم:

وہ لوگ جن کا نصف سے کم مال حرام کے ذریعہ سے کمایا ہوا ہو اور تمہیں بھی معلوم ہو کہ زیادہ مقدار کسب حلال ہی کی ہے تو چونکہ اس کے پاس زیادہ مال حلال ہے اس لئے کثرت کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے دیئے ہوئے مال کو حلال ہی سمجھا جائے گا۔ البتہ اس سے پرہیز کرنا تقویٰ میں شمار ہوگا۔

چوتھی قسم:

وہ لوگ ہیں جن کے کسب کا ذریعہ اگرچہ معلوم نہیں لیکن ظلم وتعدی کی علامتیں ان پر نمایاں ہیں مثلاً جابر حکام کی سی شکل ولباس اور وضع اختیار کئے ہوئے ہیں تو چونکہ یہ ظاہری حالت یوں بتا رہی ہے کہ ان کا مال بھی ظلماً ہی حاصل ہوا ہوگا۔ لہٰذا اس سے احتیاط کرنی چاہئے اور اس کو تفتیش کئے بغیر حلال نہ سمجھو۔

پانچویں قسم:

وہ لوگ ہیں جن پر علامت ظلم تو کوئی نمودار نہیں ہے البتہ فسق وفجور کے آثار نمایاں ہیں مثلاً ڈاڑھی منڈی ہوئی ہے یا مونچھیں بڑھی ہوئی ہیں یا فحش بک رہا اور گالیاں دے رہا ہے یا اجنبی عورت کی طرف دیکھ رہا ہے یا اس سے باتیں کر رہا ہے تو اگرچہ یہ سب افعال حرام ہیں مگر مال کے حاصل کرنے میں چونکہ ان کو کچھ دخل نہیں ہے لہٰذا مال کو حرام نہیں سمجھا جائے گا پس اگر تم کو معلوم ہو کہ یہ مال اس نے ترکہ پدری میں پایا ہے یا کسی حلال ذریعہ سے پایا ہے تو اس کو حلال سمجھو رسول اللہ ﷺ نے مشرک کے پانی کو نجس نہیں سمجھا۔ پس جب مجوسیت اور نصرانیت کے سبب پانی مشتبہ یا ناپاک نہیں ہوا تو مسلمان کا مال محض اس کے فسق وفجور کی وجہ سے کیسے ناپاک ہوسکتا ہے۔

اس تشریح کے بعد ہم یہی کہتے ہیں کہ اپنے دل سے فتویٰ لے لو اور جس کے مال سے کھٹکے اس کا ہرگز استعمال نہ کرو البتہ یہ ضرور دیکھ لو کہ دل کے فتویٰ پر عمل کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے سے اس شخص کو رنج تو نہ ہوگا پس اگر رنج کا اندیشہ ہو تو ایسا تقویٰ کرنا بھی جائز نہیں ہے مثلاً کسی نامعلوم الحال مسلمان نے تمہیں کوئی چیز دی یا تمہاری دعوت کی اور تم نے تقویٰ کی بناء پر اس کے مال کی تفتیش شروع کردی تو ظاہر ہے کہ یا تو خود اسی سے پوچھو گے یا اس سے خفیہ دوسروں سے تحقیق کرو گے اور

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سے پوچھا تو اس کو ضرور رنج ہوگا یا اگر دوسروں سے پوچھا اور اس کو خبر ہوگئی تو مسلمانوں کو رنج پہنچانے کے علاوہ مسلمان کے ساتھ بدگمانی رکھنے اور بعض دفعہ غیبت اور تہمت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اور یہ سب حرام ہے اور تقویٰ کا چھوڑنا حرام نہیں ہے پس ایسے موقعوں پر اس مسلمان کا دل خوش کرنا واجب ہے (ہم نے اپنے آقا و مرشد حضرت شیخ الحدیث صاحب کا عمل اسی کے مطابق دیکھا) دیکھو رسول اللہ ﷺ نے اپنی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا وہ کھانا جو کسی مسلمان نے ان کو صدقہ دیا تھا بے تامل کھالیا۔ اور صدقہ دینے والے کے مال اور حال کا تجسس نہ فرمایا۔ البتہ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو شروع شروع جو چیز آپ کو نذر کی گئی تو آپ نے یہ ضرور پوچھ لیا کہ صدقہ ہے یا ہدیہ اور یہ صرف اس وجہ سے کہ صدقہ کا مال آپ ﷺ کے لئے حلال نہ تھا اور اس سوال سے اس کو رنج یا ایذاء بھی نہ ہوتی تھی کیونکہ صدقہ اور ہدیہ دونوں کی ایک ہی صورت ہے صرف دینے والے کی نیت اور محل اور مصرف کا فرق ہوتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے یہاں صدقہ کا مال بھی برائے تقسیم آتا تھا باقی اس سے زیادہ تفتیش نہیں فرمائی کہ کس طرح اور کس سے حاصل کیا۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جو مسلمان آپ کی ضیافت کرتا بلا تامل قبول فرمالیتے اور کہیں منقول نہیں کہ آپ ﷺ نے اس کا سوال کیا ہو کہ تمہارا مال کس ذریعہ سے حاصل ہوا ہے البتہ شاذ و نادر کسی غالب شبہ کے موقع پر تحقیق حال فرمائی ہے۔

بازار کی چیزوں میں اصل حلت ہے:

رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سفر میں بازار سے تمام ضروریات کی چیزیں خریدتے اور کھاتے تھے حالانکہ یہ بھی جانتے تھے کہ سود اور لوٹ اور مال غنیمت میں خیانت کئے ہوئے مال بھی بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں مگر ان توہمات کی طرف کبھی توجہ نہیں فرمائی بلکہ غالب اور اکثریت کی بناء پر بازار میں فروخت ہونے والے سارے مال کو تفتیش اور تحقیق کے بغیر حلال سمجھا اسی طرح تمام بازار کی چیزوں کو حرام نہ سمجھو۔

روز مرہ کے استعمال کی چیزوں اور دواؤں، غذاؤں کے پاک ناپاک، حلال و حرام کے مسائل بہشتی زیور کے نویں حصہ میں طبی جوہر میں مذکور ہیں اس کا مطالعہ کرنا چاہئے اس سے اجمالاً معلوم ہوگا کہ بعض ناپاک چیزیں عموم بلویٰ کی وجہ سے معاف ہیں اور بعض چیزیں تبدیل ماہیت (کیمیاوی تبدیلی) کی وجہ سے پاک اور حلال ہو جاتی ہیں جیسے ناپاک چربی کا صابن اور چینی میں ہڈی کے کوئلے کا استعمال وغیرہ اور بعض چیزیں خلاف قیاس پاک و حلال ہیں جیسے پنیر مایہ جس سے جبن بنتا ہے اور جبن (پنیر) کی طہارت ثابت بالنص اور متفق علیہ حدیثوں سے ثابت ہے اس لئے کسی چیز کے حلال و حرام قرار دینے میں اپنی طبیعت یا رائے سے کبھی کچھ نہ کہے بلکہ مفتی حضرات سے فتویٰ

لے۔ کیونکہ ان مسائل اور اصولوں کے معلوم نہ ہونے سے بعض وقت آدمی حرام کو حلال کہتا ہے اور استعمال کرنے والے لوگوں سے بدگمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ غیبت جو کبیرہ گناہ ہے بہت ہی عام ہو گیا ہے مگر یہاں عموم بلویٰ کا قانون نہیں چلے گا۔ عموم بلویٰ اختلافی مسائل میں ہوتا ہے۔ البتہ غیبت بعض مواقع میں جائز ہوتی ہے لہٰذا جلدی سے اس کو دیکھ کر بھی بدگمانی نہ کرے اور خود بہت بچے۔ اسی طرح اپنی معیشت اور معاشرت میں اپنی ذات کے متعلق جس طرح کا معاملہ اختیار کرے اس کا اپنے شیخ یا کسی بزرگ کامل سے مشورہ بھی کر لے مثلاً بال بچے دار غریب اور عامی آدمی اگر ایسی ملازمت یا ایسے کاروبار میں پھنسا ہوا ہو جو تقویٰ کے معیار پر نہ ہو تو اس کو چھوڑنے کا ہمارے بزرگ عام طور پر مشورہ نہیں دیا کرتے جب تک کہ دوسرا ذریعہ حاصل نہ ہو جائے۔ یہی حال تعلقات رکھنے میں ہے کہ مشورہ سے اعتدال کا راستہ اختیار کرے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ حقیقی تقویٰ صفت احسان و یقین کے حاصل ہونے کے بعد پیدا ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ کسی ایک چیز میں بہت اونچا درجہ اختیار کرے اور باقی زندگی دہ درجہ ہو۔ دوسرے وہ چونکہ خوف و حیاء کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے اس تقویٰ کے ساتھ تواضع کا ہونا ضروری ہے اور جس تقویٰ سے بجائے تواضع کے تکبر پیدا ہو وہ تقویٰ نہیں محض تکلف ہے اور اس تقویٰ سے تو جواز کی حد ہی بہتر ہے۔ حقیقی تقویٰ کے حصول کا طریق اہل اللہ کی صحبت، اور ذکر سے تعلق باللہ کو بڑھانا اور عمل کی نیت سے مسائل کو سیکھنا ہے۔

و اللہ الموفق ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

محمد اقبال ہوشیارپوری، ثم المدنی

فضائل اعمال

تالیف:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس اللہ سرہ

ناشر:

مکتبة الشیخ

445/3 بہادر آباد۔ کراچی نمبر 5

فون۔ 021-4935493

موبائل 0321-2277910

اشاعت

مکتبہ خلیلیہ

دکان نمبر 19، اسلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی

موبائل 0302-5302479, 0321-2098691

مکتبہ زکریا

دکان نمبر ۵ قرآن محل مارکیٹ، اردو بازار کراچی۔

موبائل 0315-2213905, 0321-2277910